31

جولائی
۲۰۲۳ء

ماہنامہ

ارمغان ولی اللہ

خصوصی شمارہ بیاد

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

نوراللہ مرقدہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفر نگر
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.) www.armughan.net
₹25/-

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۳۱ شمارہ ۷ جولائی ۲۰۲۳ء مطابق مُحَرَّم ۱۴۴۵ھ

سر پرست :
حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیر
وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا محمد طاہر ندوی
☆ مولانا محمد اقبال قاسمی
☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

پتہ
دفتر ارمغان
پُھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-7060450315
9359774316 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی
سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری
مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی
مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ
موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے
❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پُھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) بچھڑا کچھ اس ادا سے.........	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	زمیں کی رونق چلی گئی ہے.....	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	اک اور ستارہ ڈوب گیا (نظم)	جناب سرفراز بزمی	۱۴
☆	ملال یہ ہے کہ دہلیز عاشقاں بجھ گئی	پروفیسر ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۱۵
☆	غضب تو یہ ہے کہ اب آفتاب ٹوٹا ہے	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۷
☆	....ایک سوانحی خاکہ	ڈاکٹر محمد عاشق صدیقی ندوی	۲۵
☆	...چند خوش گوار یادیں	مولانا رضی الاسلام ندوی	۲۷
☆	ابّا، اپنی انفرادی خصوصیات کے آئینہ میں	مولانا سید خلیل حسنی ندوی	۳۰
☆	کشادہ پیشانی، چہرہ نورانی	جناب سہیل انجم صاحب	۳۵
☆	حضرت مولانا کی وفات، ایک عہد کا خاتمہ	جناب ماجد نظامی ندوی	۳۷
☆	خبروں کی دنیا	محمد سعد ادریس قریشی قاسمی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جولائی** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اداریہ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ کو مخدوم و مربی، مرشد الامت سید حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی وفات ہوئی، تو پوری ہندوستانی ملت اسلامیہ پر سکتہ سا طاری ہوگیا، اور مرنے والے کے لامتناہی کمالات اور امتیازی خصوصیات کے سبب اسے ایک عالمی حادثہ تسلیم کیا گیا، ان کے وصال پر ہر آنکھ اشک بار، ہر دل فگار، اور ہر شخص غم زدہ ہوا، اور ہر ایک نے اسے اپنا ذاتی حادثہ اور قریبی سانحہ سمجھا اور بہت سے مصائب و حادثات کے جھرمٹ میں یہ واقعہ ''عجب اک سانحہ سا ہوگیا ہے'' کی جیتی جاگتی مثال بن گیا۔

انتقال پر ملال کا یہ واقعہ اس حال میں پیش آیا کہ رمضان کے مبارک ایام تھے، اس کے آخری عشرہ کا پہلا دن تھا، ظہر کے بعد کی گھڑیاں تھیں، اس حال میں وہ فکر امروز و فردا سے فارغ، اندیشہ ہائے دور و دراز سے بے خوف اپنے رب کے حضور جانے کے لئے تیار تھے۔ ۲۳؍سال قبل ان کے ماموں شیخ العرب والعجم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ نے ایسے ہی مبارک اوقات میں جمعہ کے دن اس دنیا سے منھ موڑا تھا۔ زندگی تو قابل فخر تھی ہی، مفکر اسلام کے بعد، مرشد امت کے، موت کو گلے لگانے کے لئے اس قدر زبردست اہتمام نے، ان کی موت کو بھی قابل رشک اور لائق قدر بنادیا۔ طابَ حیّاً و میّتاً

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ، اس دور اخیر میں ملت کی آبرو، اور ملک کے نازک ترین حالات میں قوم کا سہارا تھے، ان کے دم سے محفلوں میں بہار، اور مجلسوں میں رونق تھی، ان کی انگلیاں نبض حالات پر تھیں، اور ان کے ناخن تدبیر سے بڑی بڑی گتھیاں سلجھ جاتی تھیں۔ وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے ناظم و منتظم، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور میر کارواں، دینی تعلیمی کونسل کے قافلہ سالار، رابطہ ادب اسلامی کے برصغیر کے چیرمین، دار المصنفین اور اس کے ماہنامہ 'معارف' کے رکن رکین، اور سیکڑوں اداروں، تنظیموں، جماعتوں اور سوسائٹیوں کے سرپرست تھے، اور پوری دنیا کی ۵۰۰؍ باا‌ثر مسلم شخصیات میں شامل تھے۔

حضرت مولانا مرحوم کا خاندانی تعلق، ضلع رائے بریلی یوپی کے ایک گاؤں، تکیہ کلاں (دائرہ سید شاہ علم اللہ) سے تھا، جہاں چار پانچ صدیوں سے تسلسل کے ساتھ اولیاء اللہ، بزرگان دین، مذہبی قائدین، اسلامی مجاہدین، مصنفین، اور اصحاب قلم پیدا ہوتے رہے ہیں، اور کوئی دور ایسا نہیں گذرا، جب اس خانوادہ میں علم و عرفان اور روحانیت کی روایت کمزور پڑی ہو، اور چند ایک چوٹی کے لوگ موجود نہ ہوں۔ ان کے اس بستی کے مورث اعلیٰ سید شاہ علم اللہ نقش بندی، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ خاص حضرت شیخ سید آدم بنوریؒ کے خلیفہ تھے، اور اس نسبت سے ملک کے تمام بڑے خاندانوں کے ساتھ اس خاندان کے روابط تھے۔

قریۃ الصالحین پھلت کے ساتھ بھی اس خاندان کے نہایت قدیمی تعلقات تھے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اللہ علیہ کے نادر مجموعہ مکتوبات میں ان کے عہد کے اس خاندان کے تین حسنی سادات کے نام خطوط موجود ہیں، میر سید محمد واضح، میر سید محمد نعمان، اور سلسلۂ ولی اللّٰہی کے درویش عالم حضرت شاہ ابو سعید حسنیؒ کے ساتھ، اس خاندان سے علمی اور روحانی تعلقات کے علاوہ، مسلسل خط و کتابت کی بھی روایت تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ، تو اس خانوادہ کے گل سرسبد، اور نرگس مستانہ کی حیثیت رکھنے والے فرد عظیم تھے، یہ سید صاحب اپنے تبلیغی دورہ کے علاوہ تیاری جہاد کے لئے پھلت کی سرزمین پر اٹھارہ دن مقیم رہے تھے، اور ایک بڑے جاں نثار قافلے کے ساتھ یہاں سے سرحد کی طرف نکلے تھے۔

آخری بار پھلت اور تکیہ کلاں کے خانوادۂ حسنی کے تعلقات کی تجدید اس وقت ہوئی، جب داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی، حضرت مفکر اسلامؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اور اپنی جاں فشانی سے حضرت مولانا کی زیر سرپرستی دینی، ملی خدمات کی ایک تاریخ لکھنے میں کامیاب ہوئے۔ پھلت کی جامعہ کی مسجد قباء، رواق اسماعیل، جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ کی عمارات کے علاوہ، اس آخری زمانہ میں پھلت کے ذرّات میں پیدا ہونے والی تابندگی اور چمک درحقیقت حضرت مفکر اسلام اور جناب داعی اسلام کے رشتوں کی تجدید سے ہی پیدا ہوئی ہے۔

حضرت مفکر اسلام کے وصال کے بعد حضرت داعی اسلام نے مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے تجدید بیعت کی، اور یہاں سے وابستہ پورا دینی، دعوتی، تبلیغی، علمی اور تعلیمی کارواں حضرت مولانا رابع صاحبؒ کی سرپرستی میں مسلسل آگے بڑھتا گیا، اور آج تک مسلسل محو سفر ہے۔ جامعہ امام ولی اللہ پھلت، تو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی باضابطہ ایک منظّم شاخ ہے، ندوۃ العلماء کی دوسری تحریکات، اصلاح معاشرہ، مکاتب کا قیام، مساجد کا نظام، اور پیام انسانیت کے میدان میں بھی یہاں حضرت مرشد الامت کی سرپرستی میں بڑی پیش رفت ہوئی۔ جون ۲۰۰۱ء میں خود مرشد الامت حضرت مولانا رابع صاحب، بنفس نفیس یہاں تشریف لائے، اور پھلت کے علاوہ، کھتولی، میرٹھ، مظفر نگر اور بجنور کے پیام انسانیت کے پروگراموں کو خطاب فرمایا۔ اس طویل مدت میں پھلت کی یہ سرزمین مسلسل ان کی نوازشات، عنایات، اور الطاف کریمانہ سے شرابور رہی، اور یہ قافلہ مسلسل ان کی قیادت میں ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا ہے۔ اس لئے پھلت کی سرزمین کے لئے اور یہاں سے وابستہ ہم سب لوگوں کے لئے ان کا حادثہ وفات ایک جانکاہ، جاں گسل اور ناقابل تلافی نقصان ہے، جس کا بھرپانا آسان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو ان کی نیکیوں اور حسنات کا اجر عظیم عطا فرمائے، اور ملت اسلامیہ کو ان کا بدل (بلکہ نعم البدل) عطا فرمائے۔ آمین

ماہنامہ ارمغان پر یہ حق تھا کہ ان کی روشن اور تابندہ تر حیات مقدسہ کا تذکرہ کرکے، خود کی سرخ روئی کا سامان مہیا کرے، اور اپنے قارئین کے سامنے ان کی جیسی پاکیزہ قابل رشک زندگی کو پیش کرکے، ایک قابل تقلید شخصیت کی طرف رہنمائی کرے۔.........مگر حضرت داعی اسلام مدظلہم العالی کی اسیری کے بعد پیدا ہونے والے حالات کے نتیجہ میں خود 'ارمغان' موت و زیست کی کشمکش سے گذر رہا تھا، اس لئے اپنی سابقہ روایات کے خلاف تھوڑی سی تاخیر کے ساتھ یہ خصوصی شمارہ اپنے باذوق قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ جو ہمارے لئے ایک قرض، اور ایک فرض کی ادائیگی بھی ہے، اور حضرت مولانا کی خدمت میں ایک حقیر سا خراج عقیدت بھی۔

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

زمیں کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے

مولانا محمد کلیم صدیقی

اکرم الاکرمین، اجود الاجودین رب، جو انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ماں کی چھاتیوں میں دودھ بھیجتے اور بالکل معذور بچہ کی والہانہ خدمت گذاری کے لئے ساری ماؤں کے دل میں مامتا بھرتے ہیں، کی طرف سے بے نہایت انعامات اپنے بندوں پر بارش کے قطروں سے زیادہ ہر پل برستے رہتے ہیں، اس دیہاتی اور ناکارہ راقم سطور پر جو بے نہایت احسانات کریم رب کی طرف سے اس دنیا میں آنکھ کھولنے کے وقت سے، ہونے شروع ہوئے، ان میں ایک بڑا احسان یہ تھا کہ بزرگوں کی سرزمین اور بقول حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ہندوستان کے ''البدو'' شاہ ولی اللہ کے وطن مالوف، جو شاہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم سے لے کر شاہ اسماعیل شہید کے صاحب زادے مولانا محمد عمر، اور سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز کے نواسے شاہ مخصوص اللہ تک، سارے خانوادہ ولی اللّٰہی کے بزرگوں کا مولد قریۃ الصالحین پھلت ہی رہا ہے، میں پیدا فرمایا۔ جو امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے پورے کارواں اور تحریک کی رسد گاہ اور تربیت گاہ بھی تھی، اس بستی میں اپنے مورث اعلیٰ قاضی یوسف ناصحی (مرشد و مربی بادشاہ سکندر لودھی) سے لے کر خود اس زمانہ میں ولی کامل، نمونہ اسلاف، فرید دوراں، حضرت مولانا علاء الدین پھلتی، جو اس حقیر کی والدہ کے شیخ اور پورے علاقہ کے مربی اور رہنما تھے، تک بزرگوں، علمائے ربانیین اور شیوخ وقت کا طویل سلسلہ رہا ہے، جو اپنے اپنے وقت میں دینی، دعوتی اور اصلاحی لحاظ سے، مرجع خلائق تھے، گھروں میں خانوادہ ولی اللّٰہی کے بزرگوں خصوصاً حضرت سید احمد شہید کی تحریک کے تذکرے مائیں اپنے بچوں کو گھٹی میں پلاتی تھیں۔

اس کی وجہ سے اس حقیر کو بلا استحقاق و اہلیت، اللہ والوں اور علمائے ربانییّن سے والہانہ محبت اور ان کا تذکرہ سننے اور پڑھنے کا شوق روئیں روئیں میں پیوست ہوا، اور ذرا سا ٹوٹا پھوٹا لکھنا آیا تو یہ شوق اپنے زمانے کے بزرگوں اور علماء سے خط و کتابت کی ہابی (Hobby) میں تبدیل ہوگیا، تیرہ چودہ سال کی عمر سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ، حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیبؒ سے مکاتبت شروع کی، اور اس کے بعد ملک کے تمام بزرگوں سے خط و کتابت کا مجھے ایڈکشن (Addiction) ہوگیا۔

اس زمانہ میں پھلت کے پوسٹ آفس کے ایک ذمہ دار لالہ مادھو رام ہوا کرتے تھے، وہ کئی بار مجھ سے کہتے تھے کہ جتنی ڈاک پورے گاؤں کی آتی ہے، اتنی ہی تمہاری اکیلے کی آتی ہے، رب کریم ان تمام اکابرین امت کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے، جو ماں کی طرح شفقت فرما کر ایک دیہاتی، گنوار بچے کے بے ہنگم خطوط کا جواب عنایت فرماتے، اور میں ان کو محفوظ کرتا اور خیال کرتا کہ

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے طرز میں بس یہ اکابرین کے خطوط اوران میں بھیجی گئی شفقتیں اوردعائیں میری دنیاوآخرت کا سرمایہ ہیں۔

یہ حقیر جب بھی کسی بزرگ کو پہلا خط لکھتا تو اپنا تعارف برج نارائن چکبست کے اس شعر سے کراتا تھا کہ:

لکھا ہے داورِ محشر نے اس کی فردعصیاں پر
یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم میرا

اس عاصی اورسیہ کار پران بے نہایت انعامات میں جن کے احسانات سے اس حقیر کا پورا وجود دبا جاتا رہا ہے، ایمان و اسلام کے بعدسب سے بڑااوراہم ترین احسان یہ ہے کہ میرے کریم رب کی رحمت اورعنایت پرقربان، کہ اس ذات عالی نے مظفرنگر کے اس گھسیارے، اوردیہقانی وبدوی کوتکیہ شاہ علم اللہ کی ڈیوڑھی تک نہ صرف پہنچایا بلکہ میرے حضرت والا، شیخ العرب و العجم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے قدموں سے وابستگی عطا فرمائی، اوران کے دَر کی غلامی شرف عطا فرمایا۔ یہ حقیر اپنے رفقاءاوراحباب میں اورخود اپنے آپ سے بارہا اس خیال کا اظہار کرتا رہا ہے کہ اگر چودہ سو سال کے اسلامی تاریخ کے سارے مشائخ، بزرگوں اور اکابرین کو قطار میں رکھ کر اس حقیر کو اپنے مرشد ومربی کے انتخاب کے لئے کہا جاتا، تو اس حقیر کی اپنی ضرورت، فطری مناسبت اورذوق کے لحاظ سے شاید ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے حضرت والا (حضرت مولانا علی میاںؒ) کے علاوہ کسی کی طرف نگاہ وتوجہ نہ جاتی۔

تکیہ شاہ علم اللہ رائے بریلی، وہ سئی ندی کے کنارہ بسا ہوا آبادی کے لحاظ سے چند گھروں پر مشتمل ایک قریہ ہے، مگر اپنی عظمت کے لحاظ سے ہندوستان کا وہ عظیم قریہ ہے جو اپنے مورث اعلی حضرت سید شاہ علم اللہؒ خلیفہ حضرت سید آدم بنوری سے لے کرآج تک ہمیشہ بین الاقوامی اورعالمی تاریخی شخصیات کا مولد اورمسکن رہا ہے، اس حقیقت کا یہ حقیر پہلے بھی کئی بار اظہار کر چکا ہے کہ تکیہ شاہ علم اللہ کے اس حسنی خانوادہ کوکریم رب نے ایسی بے شمار امتیازی خصوصیات سے نوازا ہے جو شاید نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں، کہ اس خانوادہ کا تقریباً ہر بچہ، پیدا ہونے کے بعد خلقی اورفطری طور پران صفات اور خصائل، خصوصاً تواضع، بے نفسی، زہدواخلاص جیسی صفات کے اعلی درجہ کا حامل اوران عالی صفات کے اس درجہ پر متصف ہوتا ہے جہاں دوسرے خاندان کے لوگ پوری زندگی کے مجاہدات اور خانقاہوں میں زیر علاج رہ کرعمر کی آخری منزل پر پہنچنے سے ترستے ہیں۔

عالم اسلام کے اسی قابل فخر اورممتاز خانوادہ علم اللٰہی کے مثالی فردفرید اورموجودہ ربع صدی میں برصغیر کے علماء کے سرخیل اورمیر کارواں تھے، ہمارے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، قدس سرہ العزیز، جو میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کے قابل فخر جانشین اورحضرت کے انتقال کے بعد متفقہ طور پر بلا انتخاب مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ اور نہ جانے کتنے علماء و مشاہیر کے مرشد ومربی، اور کتنے اداروں اور تنظیموں کے سرپرست تھے، اور جن کا وجود بابرکت، کچھ زمانے پہلے تک ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے لئے شامیانہ رحمت، اور ردائے برکت تھا، مگر مشیت الٰہی اور قضاء وقدر کے فیصلہ نے اپنا کام کیا اور وہ اپنی پوری زندگی، اپنے مربی و مرشد کی پیروی کرتے کرتے، اپنے وصال اورانتقال میں بھی، اس سال کریم رب کی جود وعطا اور رحمت ومغفرت کے مہینہ رمضان میں اپنی طویل زندگی کی طاعات اوراپنی دینی علمی، اور اصلاحی جدو جہد کا اجروحساب وصول کرنے اپنے رب کے جوار رحمت میں برصغیر کے کروڑوں سوگواروں کوغم زدہ، بلکتا اورتڑپتا چھوڑ کر چلے گئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون

برکۃ العصر حضرت مولانا کا وجود مسعود، امت مسلمہ خصوصاً ملت اسلامیہ ہندیہ کے اوپر ردائے رحمت کی طرح سایہ فگن تھا، اوراس کے سایہ میں ملت نہ جانے کتنے خطرات ومصائب اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آفات و بلاؤں سے محفوظ تھی، حضرت والا کے وصال کے دن کتنے لوگوں نے محسوس کیا کہ آسمان پر ایک سوگ وار اور غم زدہ سا ابر چھایا ہوا ہے، اور دلوں میں جیسے اندھیرا سا ہو گیا ہے، اس حقیر کو تو ہو سکتا ہے کہ اپنی نیاز مندی اور والہانہ عقیدت کے رشتہ کی وجہ سے نفسیاتی طور پر ایسا محسوس ہوا ہو، کہ یہ بے بصیرت کور باطن، گنوار انسان ہے جس کے دل و دماغ بلکہ پورے وجود پر عجیب سا اندھیرا محسوس ہو رہا تھا، حالانکہ یہ حقیر جیل میں تھا، اور حضرت والا کے وصال کی خبر اگلے روز اخبار سے ملی، مگر جیل سے باہر آکر دسیوں لوگوں نے اپنا یہ تاثر بیان کیا جن میں کئی ایک کا حضرت والا سے مسترشدانہ تعلق بھی نہیں تھا، کہ حضرت کے وصال کی وجہ سے دلوں میں عجیب ظلمت کی کیفیت محسوس ہوئی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ابن سید رشید احمد حسنی ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۹ء کو تکیہ کلاں رائے بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی اردو، عربی اور دینیات کی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر ندوۃ العلماء سے ۱۹۴۸ء میں سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد ایک سال دارالعلوم دیوبند میں گزرا، وہاں فقہ، تفسیر، حدیث اور بعض فنون کی کتابیں پڑھیں، تعلیم کے سلسلہ میں چند روز مظاہر علوم سہارنپور میں بھی رہنا ہوا، اعلیٰ تعلیم کے لئے حجاز کا سفر بھی کیا، عربی زبان و ادب میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے خصوصی طور پر استفادہ کیا، اس کے علاوہ مولانا نے اپنے عصر کے چوٹی کے علماء و مشائخ حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، عارف باللہ مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی اور حضرت مولانا ابرار الحق حقیؒ سے بھی کسب فیض کیا، جس سے فکر میں آفاقیت پیدا ہوئی، اور مولانا کی ذات میں علم و عرفان کی ایک وسیع دنیا آباد ہوئی۔

مولانا کی زندگی کا روشن پہلو آپ کی تصنیفی، تدریسی، و دعوتی خدمات ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۱ء تک ادیب دوم کی حیثیت سے، اس کے بعد ۲۵ سال تک ادیب اول کی حیثیت سے مسند درس کو وقار بخشا، اہتمام کی ذمہ داری بھی سنبھالی، پھر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے انتقال کے بعد سے عمر کے آخری لمحہ تک نظامت کے منصب پر فائز رہے۔ علمی خدمات میں مولانا نے (**الادب العربی بین عرض ونقد**) تالیف فرمائی، جو تحقیق کی ایک روشن مثال ہے، اور عربی ادب کی تاریخ و تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں پہلی کوشش ہے، اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ''منثورات من أدب العرب'' میں مصنف نے ان ۷۲ زندہ اور حسین اقتباسات کا انتخاب کیا ہے، جو زبان کے محاسن اور کلام کی بلاغت کے ساتھ، دینی و اخلاقی تربیت کا کام بھی انجام دیتے ہیں، نثر قدیم کے ساتھ نظم قدیم کے نمونے بھی شامل ہیں، ''جزیرۃ العرب'' تحریر فرما کر آپ نے مسلمانوں کو ان کے روحانی مرکز سے واقف کرایا، ۲۵ سال سے زائد مدت تک تاریخ عرب اور جغرافیہ کے مطالعہ کے بعد آپ نے ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائی جسے ہم ''رہبر انسانیت'' کے نام سے جانتے ہیں، کتاب کی زبان سلیس، عام فہم، اور استدلال بھی علمی، تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم ہے، اس میں معاندین و مخالفین کے ذہن کو سامنے رکھا گیا ہے، اس کتاب کے ذریعہ مولانا نے مسلمانوں کو تعلیمات نبوی کے اپنانے اور سیرت رسول کو ماڈل بنانے کی دعوت دی ''امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت'' لکھ کر امت کو اس کے مقام و مرتبہ سے واقف کرایا ''حالات حاضرہ اور مسلمان'' کے ذریعہ مسلمانوں کے سیاسی اور اخلاقی کوائف کا تاریخی جائزہ لیا تو وہیں ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ایک عہد ساز شخصیت'' کے ذریعہ اپنے ماموں جان کی سرگذشت حیات کے بہت سے گوشے روشن کئے، اور ان کی زندگی کو قابل تقلید بنایا، الغرض مولانا نے تقریباً ۱۸ اردو اور اتنی ہی عربی کتابیں تصنیف فرمائیں جو آنے والی نسلوں کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔

مخدومی حضرت والا، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی شخصیت ایسی ہمہ جہت خصوصیات کی حامل تھی، کہ حضرت کی حیات اور سیرت کی مختلف مثالی خصوصیات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ باقاعدہ کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، اور الحمدللہ حضرت والا کے باصلاحیت شاگردوں، دانش وروں، علماء کرام، اہل ادب اور اہل قلم مسترشدین، منتسبین اور عقیدت مندوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے، جو حضرت والا پر اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے کتابیں لکھے گی، اور انشاءاللہ حضرت کے تذکروں، اور سیرت وسوانح کی خصوصیات کو اجاگر کرنے والی تصنیفات وتالیفات لکھی جائیں گی اور لکھی جاتی رہیں گی۔

صرف حضرت مولاناؒ کی پیدائشی، خلقی اور فطری اور جبلی صفات اور خصائل پر اگر لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے، ان کے طالب علمی کے زمانے کی امتیازی خصوصیات 'ایک مثالی طالب علم' کے عنوان سے۔ بڑے بھائی حضرت مولانا محمد ثانی حسنی کی ساتھ کی زندگی کے حالات پر 'ایک مثالی برادر خورد' کے نام سے۔ اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا واضح رشید ندویؒ صاحب کے ساتھ کی حیات 'مثالی برادر اکبر' کے عنوان سے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی درس وتدریس کی مثالی زندگی، پر 'ایک مثالی استاذ'، اپنے مربی میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ساتھ آخری درجہ میں مناسبت کے ساتھ سایہ کی طرح ایک طویل زندگی پر 'ایک مثالی رفیق اور مسترشد' کے نام سے۔ ۲۴ سال، ربع صدی تک ملت اسلامیہ کے مختلف مسالک اور گروہوں کی متفقہ تنظیم کے متفقہ قائد، صدر مسلم پرسنل لا بورڈ کے طور پر حضرت والا کی زندگی، پر 'مثالی قائد' کے نام سے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اہتمام اور پھر طویل مدت تک نظامت کے عہدہ پر 'ایک مثالی ناظم' کے عنوان سے۔ اس طرح نہ جانے حضرت کی ذات بابرکات کی حیات مبارکہ کی کتنی مثالی اور امتیازی جہتوں کو صفحہ قرطاس پر لانے کے لئے ہر موضوع پر الگ الگ تصنیفات درکار ہیں۔ کسی ناواقف انسان کو اس حقیر کی یہ بات ہوسکتا ہے مبالغہ اور عقیدت مندانہ غلو لگے، مگر جن لوگوں نے حضرت مولاناؒ کی زندگی کو ذرا قریب سے دیکھا ہے، اور اس کو حضرت والا کی زندگی کی گوناگوں خصوصیات وصفات کو دیکھنے کا موقع ملا ہے، یا ان کے قریب رہے ہیں، وہ یقیناً اس حقیر کے مندرجہ بالا خیالات سے ضرور بالضرور متفق ہوں گے۔

میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ کے ساتھ، حضرت مولانا رابع صاحبؒ نے سایہ کی طرح ایک طویل زندگی گذاری ہے، اور اس طویل مدت میں اتنے قریب اور ہر طرح کی مناسبت اور مثالی رفاقت کے باوجود حضرت مولانا رابع صاحب نے اپنے ماموں اور مربی کے ساتھ ایسی فنائیت کی مثال پیش کی ہے کہ یہ حقیر جس کو رحمت ایزدی کے صدقہ میں ۱۹۷۷ء میں دائرہ شاہ علم اللہ کی ڈیوڑھی سے وابستگی کی سعادت نصیب ہوئی، اس وقت سے ۱۹۹۹ء کے آخری دن تک، جب حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کا ماہ مبارک کے جمعہ کے دن وصال ہوا، اس حقیر کو کم از کم ہندوستان کی حد تک سفر وحضر میں حاضری کی سعادت ملتی رہی، خصوصا جلسوں اور پروگراموں میں بڑی تعداد میں شرکت رہی، یہ حقیر دیکھتا رہتا کہ حضرت مولانا رابع صاحب سفر وحضر میں حضرت والا کے ساتھ رہتے، مگر ۲۳ سال کی اس مدت میں بین الاقوامی شہرت کے عالم، مدبر، معلم، چوٹی کے اردو اور عربی کے صاحب قلم اور ادیب ہونے کے باوجود اس حقیر نے کبھی ایک بار بھی حضرت مولانا علی میاں کی موجودگی میں کسی بڑے جلسہ میں یا ندوہ کی کسی چھوٹی مجلس میں تقریر کرتے نہیں سنا۔

شاید اس فنائیت ہی کا صدقہ تھا کہ حضرت کے وصال کے بعد اپنے مربی اور مرشد کی نسبت اتحادی حضرت مولانا رابع صاحب کی طرف ایسی منتقل ہوئی کہ کتنے لوگوں کا عینی مشاہدہ ہے کہ حضرت مولانا رابع صاحب کی شکل وصورت بھی حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کے مشابہ ہوگئی تھی، فرید دوراں حضرت مولانا محمد

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یونس صاحب جون پوریؒ کے کشف و بصیرت کا ایک عالم اور خواص امت قائل ہیں۔انھوں نے حضرت کے وصال پر ایک طرح سے اعلان کر دیا تھا کہ حضرت کی نسبت اتحادی بالکلیہ طور پر حضرت مولانا رابع صاحب کی طرف منتقل ہوگئی ہے،اور اس کا اثر پورے عالم نے اس طرح دیکھا کہ نہ صرف حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے مسترشدین و مریدین، بلکہ خلفائے مجازین اور خواص نے بلا تاخیر حضرت مولانا رابع صاحب سے رجوع کر کے اصلاحی تعلق قائم کر لیا۔ندوہ کی نظامت ہو،آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت ہو،رابطہ ادب اسلامی کی قیادت ہو،یا دوسرے عالمی پلیٹ فارم ہوں،لوگوں کے قلوب بلا اختلاف متفقہ طور پر حضرت مولانا رابع صاحب کی ذات کی طرف مجتمع ہو گئے تھے۔

اسی زمانے میں میرے حضرت والا حضرت مولانا علی میاں کے ایک مسترشد نے بڑا معنی خیز خواب دیکھا،کہ وہ ندوہ حاضر ہوئے،اور بڑے غمگین تھے کہ ندوہ میں کس دل سے حاضر ہوں گے کہ حضرت مفکرا سلام کا وصال ہو گیا ہے۔ وہ ندوہ میں آکر اپنے غم کا اظہار کر رہے تھے،تو لوگوں نے کہا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ حضرت مفکر اسلام کا انتقال ہو گیا ہے،حضرت تو الحمد للہ اندر موجود ہیں، انتقال تو حضرت مولانا رابع صاحب کا ہوا ہے،وہ اس کمرے میں جس میں حضرت مولانا رابع صاحب اور حضرت مولانا واضح صاحب کی دو چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں،داخل ہوئے،تو دیکھا کہ حضرت مولانا رابع صاحب کا بستر خالی ہے،اور دوسرے بستر پر حضرت مولانا واضح صاحب غمگین لیٹے ہیں،وہ اندر مہمان خانے کے سامنے والے ہال میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت مولانا مفکر اسلام نور اللہ مرقدہ ،اپنی مسند پر تکیہ لگا کے ہشاش بشاش بیٹھے ہیں۔

حضرت مولانا واضح صاحب سے اس حقیر نے کئی بار سنا ہے کہ وہ حضرت مولانا رابع صاحب سے بڑے بے تکلف تھے،اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ایک دوسرے کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔اکثر طلبہ،طالب علمانہ ظرافت میں لوگوں کو دکھاتے کہ دیکھو جب یہ دونوں بھائی چلتے ہیں تو قدم بھی ساتھ اٹھاتے اور رکھتے ہیں،حضرت مولانا کے وصال کے بعد،حضرت مولانا واضح صاحب فرمایا کرتے تھے، کہ چھوٹے بھیا حضرت مولانا رابع صاحب سے زندگی بھر کی بے تکلفی کے باوجود،حضرت مولانا کے انتقال کے بعد اس نسبت اتحادی کا ہی اثر تھا کہ ہمیں ایسا محسوس ہونے لگا کہ چھوٹے بھیا کی سطح بہت بلند ہو گئی ہے، ہمیں عجیب مرعوبیت ہونے لگی تھی۔

انسانی فطرت ہے کہ انسان کو اپنی احتیاج میں ایسی جذب کی کیفیت طاری ہوتی ہے، کہ اسے اپنی اوقات،اور اپنے اور شیخ کے درجات کے حدود کا خیال بھی نہیں رہتا،اسی احساس احتیاج میں اس بے ادب، بے ہنگم دیہاتی نے ایک بار اپنے حضرت والا (حضرت مفکر اسلامؒ) کی خدمت میں بذریعہ عریضہ درخواست کی کہ ہم خدام اور منتسبین کی بڑی تعداد جو ہر وقت اپنی اصلاح حال کے لئے مشوروں کی محتاج ہے،حضرت والا پر پوری ملت اسلامیہ عالمیہ کے مسائل کی ذمہ داری ہے،خاندان کے افراد میں ممتاز ترین علماء موجود ہیں،جنھوں نے اپنی اصلاح حال کے لئے حضرت والا سے بھر پور استفادہ کر کے نہ صرف خاص مقام حاصل کیا ہے، بلکہ فن تصوف و سلوک کو بھی سمجھا ہے،اگر حضرت والا ان کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمادیں تو ہم سبھی کو استفادہ میں سہولت ہوگی،ان لوگوں میں سر فہرست حضرت مولانا رابع صاحب کا نام اور خاندان کے مزید چار پانچ افراد کا نام شامل تھا، حضرت والا کا خلق عظیم تھا کہ اپنی حدود کو پھلانگ کر بے ادبی پر سرزنش کرنے کے بجائے شفقت اور عنایت کا معاملہ فرمایا اور فرمایا کہ ندوہ جا کر۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ نے، مخدومی حضرت مولانا عبد اللہ حسنیؒ کو اجازت عطا فرمائی،حضرت مولانا رابع صاحب نور اللہ مرقدہ کی فنائیت، بے نفسی اور تواضع کو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سلام کہ اگر چہ مولانا عبد اللہ حسنی صاحب ،حضرت مولانا رابع صاحب کے شاگرد رشید، داماد، بھتیجے اور اولاد کی طرح تھے،مگر اس اجازت کے بعد کبھی کبھی مولانا عبد اللہ حسنی سے ایسے مشورہ کرتے جیسے کسی بڑے مربی سے کیا جاتا ہے۔

کافی عرصہ بعد ایک مرتبہ لکھنؤ حاضری ہوئی۔مہمان خانہ میں حاضر ہوا تو پروفیسر انیس چشتی،اور محسنی حاجی عبد الرزاق کی بات ہورہی تھی۔چشتی صاحب حاجی صاحب سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے حضرت مولانا رابع صاحب کو مبارک باد دی،تو انہوں نے فرمایا کہ ماموں جی تو ہمیں بیعت کے الفاظ بتا رہے تھے، اصل میں ان کو حاجی صاحب نے بتایا تھا کہ آج حضرت مولانا (مفکر اسلام) نور اللہ مرقدہ نے مولانا رابع صاحب سے فرمایا ہے کہ:رابع ہم نے تمہیں اجازت دی ہے نہ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں تو کبھی اجازت نہیں دی،تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں دی ،تو چلو اب ہم تمہیں اجازت اور خلافت دیتے ہیں ،کوئی اللہ کا بندہ مرید ہونے کو آئے تو ہمارے حضرت کے سلسلہ میں بیعت کر لینا۔

اس حقیر کو بڑی خوشی ہوئی،اس حقیر کا مزاج ہے کہ سورج نکلتا ہے تو یہ گمان رہتا ہے کہ یہ سورج تو میرے رب نے میرے لئے ہی نکالا ہے،اس سے شکر کی کیفیت الگ ہی رہتی ہے،اس حقیر نے خیال کہ حضرت والا نے اس حقیر کی درخواست منظور فرمالی،اس حقیر کو خیال ہوا کہ اس خوش خبری کی اطلاع لوگوں کو ہوجائے تو سبھی کو استفادہ کا موقع ملے گا،ورنہ حضرت مولانا رابع صاحب کے اخفائے حال اور حد درجہ تواضع کے مزاج کی وجہ سے لوگوں کو خبر بھی نہیں ہو پائے گی،اس حقیر نے پنجاب سے آئے ہوئے اپنے ایک رفیق جو حضرت مولانا کے سلسلہ میں پہلے سے وابستہ تھے،اس کے لئے تیار کیا کہ وہ آج حضرت مولانا رابع صاحب سے بیعت کی درخواست کریں،وہ تیار ہوگئے،حضرت مولانا رابع صاحب نے اپنی کسر نفسی کے مزاج کی وجہ سے معذرت کی تو ہم لوگوں نے حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ سے سفارش کی درخواست کی،حضرت مولانا نے حضرت مولانا رابع صاحب کو،ان صاحب کو بیعت کر لینے کا حکم دیا،اور کچھ لوگوں کے سامنے بیعت کا یہ سلسلہ ہوگیا،تو لوگوں کو پتہ ہوگیا۔

اس حقیر نے اسی دن عصر کے بعد حضرت والا کی مجلس میں عزیزم جمشید ندوی سے کہہ کر کچھ مٹھائی کا نظم کروایا،اس وقت ندوہ کے اساتذہ بھی مجلس میں موجود ہوتے ہیں،بالوشاہی سبھی لوگوں کو تقسیم ہوئیں،تو حضرت مولانا رابع صاحب نے بھی لے لی،ان کو معلوم نہیں تھا کہ مٹھائی کس چیز کی ہے؟ حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی صاحبؒ نے مولوی جمشید سے معلوم کیا (کچھ روز پہلے ان کے نکاح کی مٹھائی بھی مجلس میں تقسیم ہوئی تھی) کہ کیا دوسرا نکاح کیا ہے۔مٹھائی کا عنوان تو بتاؤ؟ اس حقیر نے عرض کیا کہ حضرت والا نے آج حضرت مولانا رابع صاحب کو خلافت و اجازت سے سرفراز کیا ہے،اس کی خوشی میں ہم خدام نے مٹھائی کا نظم کیا ہے،یہ سنا تو حضرت مولانا رابع صاحب کا چہرہ اتر گیا،اور مٹھائی وہیں چھوڑ کر اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے،بعد میں اس حقیر سے شکایت کی کہ آپ نے ہمیں بڑا شرمندہ کیا۔رات کو حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ نے اس حقیر سے معلوم کیا کہ مٹھائی کا نظم تم نے کیا تھا،اس حقیر نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا، تمہاری مٹھائی کی تقسیم سے ہمیں بہت خوشی ہوئی،رات کو اس حقیر نے حضرت مولانا رابع صاحب کی تکلیف کی وجہ سے معذرت کے لئے عرض کیا کہ حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ ہمیں تمہاری مٹھائی کے نظم سے خوشی ہوئی،تو حضرت مولانا رابع صاحب نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی محبت ہی تھی کہ آپ نے نظم کیا،مگر ہم اس کے بالکل اہل نہیں ہیں۔

اس حقیر کی حیثیت تو اوچھے گھڑے کی تھی جو چھلکتا ہے،یہ حقیر تو سمجھ رہا تھا کہ حضرت مولانا نے ہماری درخواست منظور فرما کر یہ اجازت دی ہے،حضرت مولانا کے مزاج کو سب سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

زیادہ سمجھنے والے حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب بہت فکر مند ہوگئے، اورانہوں نے مہمان خانے کے برابر اپنے گھر میں اس حقیر کو بلاکر پورے واقعہ کی تفصیل معلوم کی، اوراپنی فکر مندی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ مجھے تو ایسا لگا کہ حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ نے پا بہ رکاب ہوکر اپنی جانشینی کا اعلان کیا ہے، اور واقعی مولانا عبداللہ عباس کی فکر سچ ثابت ہوئی، جس طرح سورہ نصر کے نزول کے وقت سب صحابہ تو خوش ہوئے، مگر صدیق اکبرؓ اس کو اللہ کے رسول ﷺ کے سفر آخرت کا الٹی میٹم سمجھ کر رونے لگے، یقیناً مولانا عبداللہ عباس نے معاملہ کی حقیقت کو سمجھا، اوراس کے بعد خود حضرت مولانا رابع صاحب کو اپنی جانشینی کی ذمہ داری دے کر حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ سفر آخرت پر تشریف لے گئے۔

اس حقیر نے وقت کے بعض مشاہیر اوراکابرین (جن میں محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحقؒ کی ایک معتبر شخصیت بھی تھی) سے سنا ہے: وہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا رابع صاحب نے مثالی برق رفتاری سے حضرت مولانا علی میاں کے وصال کے بعد روحانی ترقی کے منازل طے کئے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا کی مثالی بے نفسی اور تواضع کے باوجود، کہ جس کی مثال تاریخ میں خال خال پائی جائے گی، مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ یہ حقیر کچھ رفقاء کے ساتھ جن میں دو ایک غیر ملکی علماء اور ہمارے خاندان کے نوعمر ندوہ سے فارغ بھانجے تکیہ میں حاضر ہوئے، تو حضرت مولانا نے ہم لوگوں کی تربیت کی غرض سے شاید فرمایا کہ کئی لوگ ہمیں لکھتے ہیں کہ ہماری نمازوں کا حال بہت خراب ہے، نیت باندھتے ہیں تو نہ جانے کہاں کہاں خیال جاتا ہے، تو ہم نے ان سے کہا کہ بھائی ہمارا حال تو خود ایسا ہی ہے، حالانکہ حضرت کا حال ہم لوگوں نے خود دیکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ میں ہی حضرت والا کو رقت طاری ہوجاتی تھی، ایسی بے نفسی، اخفائے حال اور تواضع کے باوجود کتنے لوگ اس بات کے شاہد ہوں گے کہ عالم اسلام کی مقتدر اور مقتدا شخصیات حضرت مولانا رابع صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتیں یا کبھی فون پر بات کرتے، تو حضرت سے آخری درجہ میں عقیدت مندانہ یا مسترشدانہ انداز میں بات کرتے، اور حضرت والا سے دعا کی درخواست کرتے، تو صاف محسوس ہوتا کہ وہ حضرت مولانا کے روحانی اور عرفانی مقام سے مرعوب ہونے پر مجبور ہیں۔

اوراس عالی نسبت اور روحانی عظمت کے باوجود بے نفسی، تواضع تو بس گھٹی میں پڑی تھی، زہد کا تو حضرت مولانا کیا بلکہ پورے خانوادہ کا پورا عالم گواہ ہے کہ ایک سے ایک آفتاب و ماہتاب اس خانوادہ میں رہے ہیں، ابھی تک اس خاندان کے اکثر لوگوں کے پاس ٹو وہیلر بھی نہیں ہے، ایک دن میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا کہ ہمارے مخدوم ومحسن طارق حسن عسکری جن کے حرم کے قریب پہلی منزل کے ایک معمولی مکان میں حضرت مولانا رابع صاحب قیام فرمایا کرتے تھے، کا فون آیا کہ حضرت مولانا کو مکہ معظّمہ جانا ہے۔ یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور بالکل غیرمحتاط طریقہ سے گاڑیاں چلاتے ہیں، حد سے زیادہ تیز رفتار، آپ ذرا مولوی جاوید اشرف صاحب سے کہہ دیں کہ اگران کو زحمت نہ ہوتو وہ ان کو مکہ معظّمہ چھوڑ آئیں، مولانا جاوید اشرف کے پاس ایک بہت پرانی گاڑی تھی، جو کہیں بھی راستہ میں خراب ہوجاتی تھی، اس حقیر نے اپنے ایک دوست مدنی بھائی سے بات کی، جن کے پاس ذرا اچھی گاڑی تھی، وہ صد سعادت سمجھ کر تیار ہوگئے، اس حقیر نے طارق بھائی کی خوشامد کی، کہ مولانا جاوید اشرف کی گاڑی کا بالکل بھی بھروسہ نہیں کہ کہاں خراب ہوجائے، میں نے مدنی صاحب سے کہا ہے وہ بہت خوش ہوگئے ہیں، آپ حضرت مولانا سے مدنی بھائی کی گاڑی سے جانے کی درخواست کردیں، حضرت مولانا نے پہلے مدنی بھائی کے بارے میں معلومات کیں، جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ مدینہ منورہ کے عام شہری ہیں، کوئی بڑے وی آئی پی نہیں، تو درخواست منظور فرمالی، یہ حقیر اس بات کو یاد کرکے آج تک عش عش کرتا ہے کہ حضرت مولانا کی شخصیت ایسی بین

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

الاقوامی شخصیت تھی کہ اگر حضرت چاہتے تو ان کے سامنے لوگ چارٹر جہاز لے کر حاضر ہو جاتے، جب کہ برصغیر کے بہت سے علماء بڑے بڑے سیون اسٹار ہوٹلوں میں قیام فرماتے ہیں، اور بڑی بڑی لگژری گاڑیاں ان کے قافلہ میں رہتی ہیں، مگر یہ ملت کا سرخیل کیسا مثالی زاہد ہے۔

ایک بار لکھنؤ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر کا انتخاب ہونا تھا، سہ روزہ تنظیم کی کاروائی اور ارکان کے اجلاس کے بعد اختتام پر شہر میں ایک جلسہ عام ہونا تھا، پورا ملک متوجہ تھا، کہ ذرا ذرا سی بات پر سر پھٹول اور علمی اور مسلکی اختلاف کو ذاتی جنگ بنانے والی ملت میں اب دنگل ہوگا۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ متفقہ طور پر حضرت مولانا رابع صاحب کو حضرت کی آخری درجہ میں معذرت کے باوجود صدر منتخب کرلیا گیا، آخری دن شہر کے جلسہ عام میں لاکھوں لوگوں کا مجمع تھا، حضرت مولانا جیسے ہی اجلاس میں تشریف لائے، پورے مجمع نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر، امیر المومنین حضرت مولانا رابع صاحب زندہ باد کے نعرے لگائے، ایسا لگ رہا تھا کہ پورے لکھنؤ میں نعروں کی گونج پہنچی، اس پر اخبارات نے خبر لگائی کہ صدر پرسنل لا بورڈ کے جلسہ عام میں پہنچنے پر محبت اور عقیدت اور پرجوش لوگوں کی نعروں کی آواز سن کر ہارون رشید کے دور میں عبداللہ بن مبارک کی چھینک پر الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کی صدا یاد آگئی، حضرت مولانا کو شہرت، ناموری اور اس طرح کی چیزوں سے نہ صرف عدم مناسبت تھی، بلکہ حد درجہ وحشت تھی، حضرت کو اس قدر وحشت ہوئی کہ حضرت نے جلسہ کے ذمہ داروں سے کہا کہ ہمیں جانے کی اجازت دے دیجئے، ہم اس جلسہ میں ہرگز تقریر نہیں کر پائیں گے، حالانکہ یہ جلسہ خود حضرت مولانا رابع صاحب کی صدارت میں تھا، اور حضرت والا بغیر تقریر کیئے اسٹیج سے واپس تشریف لے آئے۔

رفق، نرمی اور خلق عظیم تو حضرت والا میں ایسا مثالی پایا جاتا تھا کہ دور دور تک اس کی مثال ملنا مشکل ہے، مولانا سحبان بھٹکلی کا تجربہ کسی مضمون میں پڑھا ہے کہ ایک طویل مدت، ۱۳/۱۴ سال تک حضرت مولانا کے ہر وقت کے حاضر باش خادم رہے، گویا وہ حضرت مولانا کے انس بن مالک ہیں، کہ ۱۳-۱۴ سال کی ہر وقت کی ہمہ وقت خدمت کے دوران حضرت مولانا نے کبھی اونچی آواز میں ان سے بات نہیں کی۔ نہ صرف اونچی آواز سے بات نہیں کی بلکہ اس طویل مدت میں ایک بار بھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا، اور یہ کیوں نہیں کیا؟ کیا آج کے دور میں اس خلق عظیم کی مثال مل سکتی ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت مولانا رابع صاحب کی ذات عالی عالم اسلام میں اردو، عربی ادب کی دنیا میں اسلامی تاریخ کے واقف کاروں، خود تاریخ نگاروں اور اسلامی جغرافیہ کے شناساؤں میں، عالم اسلام میں نہیں بلکہ عام طور پر اقوام عالم کے، سیاسی اور سماجی حالات کے تجزیہ نگاروں، بڑے اداروں، علمی تنظیموں کے ذمہ داروں میں بالکل سند کی، اور چوٹی کے قائد کی حیثیت رکھتی تھی، اس علمی اور قائدانہ مقام اور منصب کے باوجود قریبی زمانہ تک کتنی آنکھوں نے دیکھا کہ تکیہ شاہ علم اللہ کی مسجد کے صحن میں اینٹوں کے ننگے فرش پر صحن کے ایک کونے میں بغیر صف اور جانماز کے ایک عامی کی طرح حضرت کبھی معمولات اور تلاوت میں اس طرح مشغول رہتے تھے کہ نئے آنے والوں کو پہچاننا مشکل ہو جاتا

حضرت نے ملت کو فضول اختلاف اور انتشار سے بچانے کے لئے آخری درجہ میں محتاط رہنا شاید اپنا اصول بنالیا تھا، کسی کی رائے کو فوراً رد کر دینا، اور کسی آخری درجہ کی نا قابل برداشت بات پر فوری رد عمل سے گریز کرنا حضرت کی پہچان بن گیا تھا، اس کی وجہ سے بعض اہل علم اور دانش وروں نے حضرت والا پر نقد بھی کیا ہے، خصوصا حضرت والا کی اکیس سالہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت پر، جس میں ملت کو کسی طرح متحد اور جوڑے رکھنے کو حضرت والا نے ترجیح دیتے ہوئے بہت محتاط رہنے میں ملت کے لئے خیر سمجھی، اس کے باوجود قریبی لوگ اور اہل دانش اور صاحب

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نظر جانتے ہیں کہ علمی اور ادبی مسائل ہوں یا سیاسی اور ملی مسائل، یا ملت اسلامیہ عالمیہ، یا ملت اسلامیہ ہندیہ کے اجتماعی مسائل، مسالک اور اداروں اور جماعتوں کے اختلاف اور نظریات ہوں حتی کہ فقہی اصول اور فروعی اختلافات ہوں، ان میں حضرت مولاناؒ بہت واضح اور مضبوط موقف رکھتے تھے، وہ نظریہ اور رائے، چونکہ ان کے عمیق علم و تجربہ اور اعلی درجہ کی بصیرت پر مبنی ہوتا تھا، اس لئے بڑے بڑے مشاہیر اور جماعتوں اور اداروں سے اختلاف اور تنقید کے باوجود اس میں اضمحلال نہیں آتا تھا۔ حضرت والا کی رفق اور نرمی ہرگز ہرگز صلح کل ہونے کی نرمی اور رفق نہیں تھی

اس حقیر کو یاد آتا ہے کہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے صدسالہ اجلاس کے بعد دارالعلوم کے انتشار اور تقسیم سے پہلے جو ہنگامہ آرائی ہوئی، ملت کے دردمندوں اور بہی خواہوں خصوصا اس وقت کے شوریٰ کے ارکان جو ملت اسلامیہ ہندیہ کا عطر تھے، نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے اور اتفاق کے لئے حد درجہ کوششیں کیں۔

میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے میں، اور دارالعلوم کو اس بحران سے نکالنے میں جو کوششیں کیں وہ خواص امت جانتے ہیں شوریٰ کے ہر اجلاس میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے، حتی کہ ندوۃ العلماء میں بھی دارالعلوم کے شوری کے اجلاس کی میزبانی فرمائی، ایک مرتبہ دیوبند کے اندر صبح کی نشست میں تقریبا مسئلہ کا حل طے پا گیا، اور پوری شوریٰ کمیٹی خوش تھی اور اکابرین صلوٰۃ الشکر پڑھ رہے تھے، اور معاملہ جن خطوط پر حل ہوا تھا، عصر کے بعد کی ایک نشست میں اس کو عملی جامہ پہنانا تھا، مگر ملت کی شومی قسمت کہ ایک فریق کے ایک اہم فرد کو مصاحبین دیوبند سے اغوا کر کے لے گئے، پوری شوریٰ مہمان خانہ کے دروازہ کو شدت انتظار سے تکتی رہی کہ وہ تشریف لائیں تو بس بحران کا حل ہو جائے، مگر انتظار پر انتظار رہا، اور شوریٰ کا یہ اجلاس انتہائی مایوسی پر ختم ہوا۔ میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ، صدیق دوراں حضرت قاری صدیق صاحبؒ، اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، یہ تینوں حضرات دیوبند سے دہلی ایک جیپ نما گاڑی میں واپس ہو رہے تھے کہ ان حضرات کا ٹرین سے واپسی کا ٹکٹ دہلی سے تھا، یہ حقیر اور محسنی حاجی عبدالرزاق صاحبؒ ہم دونوں جیپ کی پیچھے والی سیٹ پر سفر کر رہے تھے، یہ اکابرین بڑے شکستہ دل تھے، آپس میں اپنے دکھ اور افسوس کا اظہار فرما رہے تھے، میرے حضرت والا مفکر اسلامؒ نے بڑے کرب سے اس پر کف افسوس ملتے ہوئے فرمایا تھا: ایسا لگتا ہے کہ شامت اعمال کی پاداش میں ملت سے اجتماعیت کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے۔

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد ہمارے حضرت مولانا رابع صاحبؒ کی ۲۱/سالہ قیادت اور اداروں جماعتوں اور تنظیموں کے بارے میں ان کے آخری درجہ میں محتاط رویہ کو دیکھ کر یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مولانا کی عمیق بصیرت کو اس کا احساس تھا کہ شامت اعمال، بڑے بڑے قائدین اور ذمہ داروں کی خود پسندی، خودرائی، اور علمی اور فروعی اختلاف کو ہمیشہ ذاتی مخالفت بلکہ حق و باطل کی جنگ بنا دینے کا مزاج بتا رہا ہے کہ ملت میں اجتماعیت کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے۔ اس لئے ایسے میں کم از کم ذرا ذرا سی فروعی باتوں پر سر پھٹول کا مزاج رکھنے والے قائدین کو متفق اور متحد رکھ کر اغیار کی جگ ہنسائی سے بچانے اور فسطائی اور طاغوتی طاقتوں کے آلہ کار بننے سے بچائے رکھنے میں ملت کی خیر خواہی ہے۔ ورنہ ہر طرح کے مسائل میں حضرت مولاناؒ کی ایک مضبوط رائے ہوتی تھی، جس کو متزلزل کرنا ممکن نہیں تھا۔

ہمارے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی قدس سرہ العزیز کے تجزیہ اور عالمی اور ملی حتی کہ فقہی معاملات کی رائے کی عظمت کے اعتراف کے لئے یہ بات کافی ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ، جن کی علمی فکری حتی کہ سیاسی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رائے اور آپ کی فکر نے پورے عالم اسلام کے مفکرین اور قائدین کو متاثر کیا، آپ کی عظمت کا یہ حال تھا کہ بعض مرتبہ بین الاقوامی علمی اور فکری مجالس میں پورے عالم اسلام کے علماء اور مشاہیر کی آراء کے مقابلہ میں حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی رائے سند سمجھی جاتی تھی۔ اور اہم ترین عالمی مسائل میں حضرت مولانا کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا، اور بڑے مشاہیر حتی کہ ملک کے فرماں روا اور قائدین اہم مسائل میں حضرت والا سے مشورہ کر کے فیصلہ لیتے تھے۔ جب کہ حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ، کسی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے انفرادی اور اجتماعی فیصلہ میں حضرت مولانا رابع صاحب سے مشورہ کئے بغیر فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔ حضرت والا حضرت مفکر اسلام کے یہاں اپنے بھانجے، شاگرد اور مسترشد حضرت مولانا رابع صاحب کی رائے کی قدر ومنزلت کو سمجھنے کے لئے یہ لطیفہ بیان کرنا کافی ہے کہ ندوۃ العلماء میں طلبہ اپنی طالب علمانہ ظرافت میں آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ سے منکر نکیر جب قبر میں سوال کریں گے، تو وہ حضرت مولانا رابع صاحب سے مشورہ کریں گے۔ کہ رابع تمہارا کیا مشورہ ہے منکر نکیر کو کیا جواب دوں؟ حضرت مولانا کی رائے، موقف، مسلک، فکر اور تجربہ کی پختگی اور عظمت ہی تھی، کہ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کو حضرت مولانا رابع صاحب کی رائے اور مشورہ پر اتنا اعتماد تھا۔

یہ حقیر جیل میں تھا تو حضرت مولانا رابع صاحب کو اس کا بے حد افسوس اور فکر تھی، احباب ملنے جاتے تو حد درجہ فکر مندی کا اظہار فرماتے، حوصلہ بندھاتے، اور مسلسل دعا کرنے کی اطلاع بھی دیتے۔ حضرت والا کی دعا سے ماہ مبارک میں ضمانت منظور ہوئی، باقی قانونی کاروائی اور ضمانتوں کے ویری فکیشن میں وقت لگ رہا تھا، احباب جو ملنے جیل میں آتے تو معلوم کرتے کہ رہائی کے بعد کیا نظم واپسی کا رہے گا؟ اس حقیر نے پروگرام بنایا تھا کہ جیل سے رہائی کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوں گے، پھر گھر جائیں گے، حضرت مولانا کو بھی ضمانت کی خبر دی گئی تو حضرت والا بہت خوش ہوئے اور اس پر بھی خوشی کا اظہار فرمایا، کہ یہ حقیر حاضری کا ارادہ رکھتا ہے۔ ابھی رہائی ہوئی بھی نہیں تھی کہ قضاو قدر نے اپنا کام کیا، اور اس حقیر کی حسرت حسرت ہی رہ گئی۔ کہ دنیا کا قید خانہ ایسا کہاں کہ یہاں کی تمنائیں اور مرادیں پوری ہوں، بس خواہش خواہش ہی رہ گئی، اور حضرت والا ماہ مبارک کی جود وعطا کی مبارک ساعتوں میں اپنے کریم رب کی جوار رحمت میں تشریف لے گئے۔

رب کریم اپنی بے پایاں رحمت سے ہم سب خدام اور متنسبین اور پوری ملت کی طرف سے حضرت والا کے احسانات اورعنایات کا اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائیں، اور اس شکست خوردہ امت کو خصوصا ملت اسلامیہ ہندیہ کو حضرت والا کا نعم البدل عطا فرمائیں۔

اک اور ستارہ ڈوب گیا....

اے شوخ نظر گستاخ ہوا، چل رخت سفر کا بوجھ اٹھا
تھا جس کی تجلی سے تاباں، امروز کی شورش میں فردا
تنویر سے جس کی تھا روشن، تحقیق و تجسس کا رستہ
وہ نیر تاباں ڈوب گیا، وہ نازش زہرہ ڈوب گیا
اک اور ستارہ ڈوب گیا.........

ظلمت کا کلیجہ چاک کرے، وہ جس کے قلم کی تابانی
گفتار سے جس کی کھلتے تھے، دل پر اسرار جہاں بانی
لفظوں سے چھلکتا عشق نبی، کردار سراپا قرآنی
اک ٹیس نے اٹھ کر دل سے کہا، وہ ایک ستارہ ڈوب گیا
اک اور ستارہ ڈوب گیا.........

نتیجہ فکر : **جناب سرفراز بزمی**
سوائی مادھو پور، راجستھان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ملال یہ ہے کہ دہلیزِ عاشقاں بجھ گئی

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

شعرا کو موسم بہار بہت پسند ہے، سبزہ زار پسند ہے، گلزار پسند ہے، پھولوں کا نکھار پسند ہے، وہ ہمیشہ بہار کا اور پھولوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔لیکن اس بار رمضان کی بہار آئی تو وہ گل شگفتہ گل چین قدرت کے ہاتھوں توڑ لیا گیا، جو جان بہار تھا، جس کے دم سے گلستاں کا نکھار تھا، جو مسلمانان ہند کا گل سرسبد تھا، جو مسلمانان ہند کی آبرو تھا، جس کے لئے ''ترکش مارا خدنگ آخریں'' کا عنوان زیب دیتا تھا۔۱۲/رمضان المبارک ۱۴۴۴ ہجری کو ان کا انتقال ہوگیا، اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی، وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے چوتھے صدر تھے، مولانا قاری طیب صاحب، مولانا علی میاں اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کے بعد وہ صدر ہوئے، رابع کا مطلب بھی چوتھا ہوتا ہے، ان کا انتخاب بھی اس طرح ہوا تھا کہ وہ خود برسر موقعہ موجود نہیں تھے، انہیں انتخاب کی خبر کی گئی اور عہدہ قبول کرنے پر اصرار کیا گیا۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی کے انتقال سے اسلامیان ہند کا چمن اجڑ گیا، لاکھوں لوگ ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جمع تھے، ڈالی گنج سے موتی محل کے پل تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، حد نظر تک سر ہی سر۔ لکھنؤ اور ندوہ والوں کے غم میں شریک ہونے کے لیے لوگ بمبئی سے، کشمیر سے، حیدرآباد سے، بھوپال سے بھی پہنچ گئے تھے، دہلی سے بہت سارے لوگ کار ڈرائیونگ کرکے پہنچ گئے، مرکز نظام الدین سے لوگ شریک ہوئے، مولانا صدیق صاحب باندوی مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کے خانوادے کے لوگ نماز جنازہ میں نظر آئے، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جو لوگ ندوہ نہیں پہنچ سکے وہ فجر سے پہلے رائے بریلی آگئے تاکہ یہاں نماز جنازہ میں اور تدفین میں شریک ہوں، یہاں نماز جنازہ مولانا بلال حسنی نے پڑھائی جو اَب ندوۃ العلماء کے ناظم ہیں، لکھنؤ میں لاکھوں کا مجمع اور یہاں بھی ہزاروں کا مجمع، مولانا محمد رابع حسنی کی شخصیت ایسی ہی تھی، اللہ تعالی نے انہیں غیر معمولی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی۔ جب کسی کی مقبولیت آسمان پر لکھ دی جاتی ہے تو اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں:

حسن کی جنس خریدار لیے پھرتی ہے
ایک بازار کا بازار لئے پھرتی ہے

مولانا محمد رابع حسنی ندوی، مولانا ابو الحسن علی ندوی کے تربیت یافتہ انسان تھے، وہ مولانا علی میاں کے بھانجے تھے اور سفر وحضر میں ان کے شریک تھے، وہ مولانا علی میاں کی طرح مصنف بھی تھے، مفکر بھی تھے، عربی کے انشا پرداز بھی تھے، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو ان کی خصوصیت تھی، حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم، وہ مسلمانوں کے اتحاد کی علامت تھے۔

مولانا محمد رابع حسنی رابطہ ادب اسلامی کے صدر بھی تھے یہ ایک ادبی تنظیم ہے جس کی شاخیں دنیا کے مختلف ملکوں میں پائی جاتی ہیں، مولانا ابو الحسن علی ندوی اور ان کے ہم خیال عرب ادباء نے اس کی داغ بیل ڈالی تھی، ہندوستان میں بھی اس کے جلسے ہوتے ہیں۔ مولانا محمد رابع حسنی ندوی ایک معدن علم وروحانیت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے لولوئے لالہ تھے،ان کے خاندان کی نامور شخصیت وہ ہے جسے دنیا سید احمد شہید کے نام سے جانتی ہے،مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان کے حقیقی ماموں تھے،مولانا محمد رابع صاحب کی تربیت مولانا علی میاں نے کی تھی، وہ ان کے ساختہ پرداختہ تھے، وہی نرمی، وہی لینیت اور ملاطفت، دوسروں کے شیشہ دل کا خیال، وہی شیریں زبانی، خندہ پیشانی،شگفتہ روئی، وہی عبادات میں انہماک، ذکر ودعا اور تلاوت کا اہتمام اور ورع وابتہال، وہی اخلاص عمل اور خلق حسن، گفتگو میں احتیاط کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو، غیبت سے دور اور نفور، رشتوں کا پاس ولحاظ،مسکینوں کی حاجت روائی، اسلام کی برتری کی فکر، عالم اسلام سے واقفیت،مسلمانوں کی اعانت، کثرت عبادت کی ساتھ ادائیگی حقوق، استحضار نیت، صلہ رحمی،مہمان نوازی اور علماء کی توقیر، دولت وحشمت کے معاملہ میں استغناء، اور زاہدانہ کردار، اور بیشمار خوبیاں جو ان میں تھیں وہ مولانا علی میاں کی خصوصی تربیت کا نتیجہ تھیں۔مولانا علی میاں عربی اور اردو دونوں زبانوں کے مصنف تھے مفکر تھے،مولانا محمد رابع حسنی ندوی بھی عربی اور اردو دونوں زبانوں کے مصنف اور مفکر تھے، وہ مولانا الیاس اور مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کی مجلسوں میں بھی بیٹھ چکے تھے اور ان شخصیتوں سے انہوں نے پورا استفادہ کیا تھا، انہوں نے عالم عرب کے دورے کئے اور وہاں طویل عرصہ تک قیام کیا اور وہاں کی شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں،مولانا علی میاں کے ساتھ انہوں نے دنیا کے مختلف ملکوں کا سفر کیا۔دنیا کے مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا،عرب علماء کے افکار وخیالات سے واقف ہوئے، اعلی تصنیفی ذوق خاندان میں موجود تھا،اس ذوق کو جلا ملی، انہوں نے مولانا عبد الباری ندوی کی کتاب ''تجدید تصوف وسلوک'' کا عربی زبان میں ترجمہ کیا،اس وقت ان کی عمر ۲۰ یا ۲۲ سال کی تھی،اس کے بعد ان کی کتابیں لگاتار شائع ہوتی رہیں،عربی میں بھی اور اردو میں بھی۔

عربی زبان میں ان کی پندرہ کتابیں شائع ہوئیں، ان کی کتاب ''الادب العربی بین عرض ونقد'' اور ''منثورات من ادب العرب'' بہت سے مدارس اسلامیہ میں نصاب میں داخل ہے،ان کی کتاب جزیرۃ العرب کا موضوع جغرافیہ ہے،ان کی کتاب حج اور مقامات حج بھی مقبول کتاب ہے اور حج کے موضوع پر یہ واحد کتاب ہے جو جغرافیائی ذوق اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے،ان کی کتاب امریکہ کا سفر نامہ (دو مہینے امریکہ میں) بھی بہت معلوماتی کتاب ہے۔سیرت نبوی کے موضوع پر ان کی کتاب ''رہبر انسانیت'' بہت اہم کتاب ہے اور دعوتی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے، جو اردو کے علاوہ انگریزی اور ہندی میں بھی موجود ہے،ان کی کتاب ''قرآن مجید ایک رہبر کامل'' بھی بہت اہم کتاب ہے، ان کا پورا خاندان اہل علم اور اہل قلم کا خاندان ہے،ان کے بھائی محمد واضح حسنی ندوی عربی زبان کے ادیب اور مفکر تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے،ان کے ایک اور بھائی محمد ثانی حسنی بہت اچھے شاعر، ادیب اور مصنف تھے جنھوں نے ندوہ کا ترانہ بھی لکھا ہے۔مولانا محمد الحسنی ان کے ماموں زاد بھائی نامور ادیب اور عربی کے صحافی تھے،اوران کے ماموں مولانا ابوالحسن علی ندوی کو تو دنیا جانتی ہے،پورا خاندان ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق ہے،مولانا محمد رابع حسنی ندوی بہت آسان زبان میں لکھتے تھے، لیکن فکر کے آبدار موتی پروتے تھے، انہوں نے مسلمانوں کے مسائل پر بہت لکھا اور بہت مفکرانہ انداز میں رہبری کی، ان کے یہ مفکرانہ مضامین عام طور پر ''تعمیر حیات'' میں شائع ہوتے تھے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا انتقال بیک وقت علمی ادبی فکری اور روحانی قیادت کا خاتمہ ہے۔مسلمانوں کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کا چاند غروب ہوگیا، ایسے میں اب عید کا چاند طلوع بھی ہوا تو کیا خوشی اور کیسی فرحت:

وفات پا چکے سب مرشدان کوئے جنوں
ملال یہ ہے کہ دہلیز عاشقاں بھی گئی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

غضب تو یہ ہے کہ اب آفتاب ٹوٹا ہے!

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

راقم الحروف کو جن موضوعات پر قلم اٹھانے میں قلبی مسرت ہوتی ہے، اور الفاظ کو جذبات کی رفاقت حاصل رہتی ہے، ان میں ایک داعیان دین اور محافظین شرع متین کا ذکر خیر بھی ہے، اسی لیے اس حقیر نے بہت سے بزرگوں کے بارے میں مختلف مناسبتوں سے اپنے جذبات واحساسات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ایسے مضامین کا ایک مجموعہ ''وہ جو بیچتے تھے دوائے دل'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اور اس موضوع کے مزید اتنے مضامین موجود ہیں جن کی کم سے کم ایک جلد ہو سکتی ہے۔

لیکن آج جب میں اپنے بزرگ، ملت اسلامیہ کی متاع بے بہا، فکر اسلامی کے ترجمان، بلند پایہ معلم، نبض شناس مصلح، داعی اور زمانہ آگاہ قائد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ پر یہ سطریں لکھ رہا ہوں تو دل بہت بوجھل ہے، الفاظ کی تنگ دامانی درپیش ہے، جی چاہتا ہے کہ قلم کی روشنائی سے نہیں، بلکہ خون جگر سے یہ سطریں لکھی جائیں، جس میں صاحب تذکرہ کے لئے نذرانہ عقیدت بھی ہو اور اَخلاف کے لئے روشنی بھی، مولانا کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے ان کے گزرنے پر یہ شعر نقل کیا ہے:

ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں روز وشب لیکن
غضب تو یہ ہے کہ اب آفتاب ٹوٹا ہے

اگر چہ میں عام طور پر دوسروں کے عنوان کو اپنا عنوان بنانے سے احتیاط کرتا ہوں؛ کیوں کہ اس سے التباس پیدا ہوتا ہے؛ لیکن آج مولانا کی شخصیت پر لکھتے ہوئے مجھ کو اس سے زیادہ موزوں اور حالات کا عکاس کوئی دوسرا شعر نہیں مل سکا۔

حضرت مولانا کو دور سے تو میں نے زمانہ طالب علمی سے دیکھا ہے، میں جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا تو اپنے وطن جاتے ہوئے لکھنؤ میں ٹرین کے طویل توقف سے فائدہ اٹھا کر ندوہ پہنچ گیا، موجودہ طویل اور وسیع عمارتوں کے مقابلہ اس وقت ندوہ کی چند ہی عمارتیں تھیں، مسجد بھی موجودہ مسجد کے مقابلہ کافی چھوٹی تھی، وہاں ایک شخصیت پر نظر پڑی، سفید کرتا پاجامہ، اس پر ہلکے کلر کی شیروانی اور اسی کپڑے کی ٹوپی، بہت کھلا ہوا رنگ، ڈاڑھی کا غالب حصہ سفید، پورا سراپا ایسا کہ جس کی طرف دل کو کشش ہو، طلبہ نے بتایا: یہی ہیں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے دست راست اور معتمد ترین شخصیت ہیں، اس کے بعد پھر عرصہ تک مولانا سے ملاقات کی سعادت حاصل نہیں ہوئی؛ کیونکہ اس وقت مولانا جلسوں جلوسوں سے دور رہتے تھے، عوامی تقریریں بھی نہیں کرتے تھے، اگر چہ بیرون ملک کے سفر میں حضرت مولانا علی میاںؒ ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے؛ لیکن اندرون ملک وہ زیادہ تر ندوہ کے کام کے لئے یکسو رہتے تھے، اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ اس وقت ندوہ کا دماغ تھے۔

مولانا اپنی تواضع اور منکسر المزاجی کی وجہ سے پہچانے بھی نہیں جاتے تھے، اس سلسلے میں ایک واقعہ یاد آیا: مولانا عبدالکریم پاریکھ حضرت مولانا علی میاںؒ کے مسترشد اور مجاز تھے، اور برادران وطن میں دعوت کے کام کے سلسلہ میں ان کو حضرت کی خصوصی سرپرستی حاصل تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مضامین قرآن پر بڑا عبور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عطا فرمایا تھا، اپنے خطاب میں آیات قرآنی کے ٹکروں کو اس خوب صورتی سے نقل کرتے تھے کہ گویا یہ آیت اسی موقع کے لئے نازل ہوئی ہے، ان کے درس قرآن کے سلسلہ کی تکمیل ہو رہی تھی، اس مناسبت سے جامع مسجد مومن پورہ (ناگپور) میں ایک خصوصی اجلاس رکھا گیا، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے معوذتین اور سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کا درس دے کر تکمیل فرمائی، حضرت مولاناؒ کے ساتھ ندوہ سے مولانا پاریکھ صاحب کے متعلقین کا ایک وفد بھی آیا تھا، اور انہوں نے حیدرآباد سے مولانا محمد رضوان صاحبؒ کو اور اس حقیر کو بھی مدعو کر لیا تھا، ندوہ کے وفد میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ بھی شامل تھے، جب جلسہ شروع ہوا تو ہم لوگوں کو شہ نشیں پر بٹھایا گیا؛ لیکن مولانا رابع صاحبؒ عوام کے مجمع میں دوزانو بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دور سے مولانا کو پہچانا، اور پروگرام کے بعض منتظمین کو توجہ دلائی کہ ان کو شہ نشیں پر بلایا جائے، لیکن بعض دفعہ سادگی اور انکساری بھی شخصیت کو پہچاننے میں رکاوٹ بن جاتی ہے؛ چنانچہ انہوں نے توجہ نہیں کی، پھر میں نے مولانا پاریکھ صاحب کے رفقاء میں سے ایک نسبتاً سمجھ دار اور باخبر صاحب کو بتایا کہ آپ ان کے تواضع سے دھوکہ نہ کھایئے، اس مجمع میں جتنے علماء ہیں، وہ ان کے شاگرد ہیں یا شاگردوں کے ہم عصر ہیں، اور کئی تو ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، تب وہ مولانا کو اسٹیج پر بلا کر لائے، مولانا نے پہلے انکار کیا پھر ان کے اصرار پر آ گئے، یہ مولانا سے میری دوسری ملاقات تھی، جس میں آپ سے کوئی بات چیت تو نہیں ہوئی لیکن حال کا اثر قال سے زیادہ ہوتا ہے، میں بہت متاثر ہوا کہ اتنے بڑے ادارے کے ذمہ دار، مصنف، ادیب اور ان کا یہ تواضع!

انہوں نے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی زندگی میں کچھ اس طرح اپنے آپ کو چھوٹا بنا کر رکھا اور پچھلی صف کو اپنی جگہ بنایا کہ ندوہ آتے جاتے بھی ان کے حقیقی مقام و مرتبہ کا ادراک نہیں ہوسکا، بس اتنی بات ذہن میں رہی کہ ایک اچھے مدرس، عربی زبان کے ادیب اور بااخلاق شخص ہیں، مولانا کو قریب سے دیکھنے کا موقع اس وقت ملا جب حضرت مولانا محمد رضوان قاسمیؒ کی پہل پر دارالعلوم سبیل السلام میں رابطہ ادب اسلامی کا سمینار منعقد ہوا، حضرت مولانا علی میاںؒ اگرچہ رابطہ کے ذمہ دار اعلیٰ تھے مگر سارا انتظام وانصرام حضرت مولانا رابع صاحبؒ سے متعلق تھا، سبیل السلام میں مولانا رضوان صاحب نے اندرونی انتظام کی ذمہ داری مجھ سے متعلق کر دی تھی، اہل قلم کی ایک بڑی تعداد سمینار میں شرکت کے لئے آ رہی تھی۔ سمینار سے ایک دن پہلے حضرت مولانا رابع صاحبؒ اپنے رفقاء کے ساتھ تشریف لے آئے، آتے ہی چائے وغیرہ پینے کے بعد انہوں نے سمینار کے انتظامات کی تفصیل جاننی چاہی، مولانا رضوان صاحب نے مجھے مامور کیا کہ ساری تفصیلات ان کے سامنے رکھ دوں، میں نے ان کے سامنے مجلس استقبالیہ کی تشکیل، ریلوے اسٹیشن سے مہمانوں کا استقبال، سمینار ہال، مہمانوں کے لئے کمروں کی تعیین اور جن مہمانوں کو جو کمرے دیئے گئے، ان کی مصلحت وغیرہ، مہمانوں کی واپسی تک کا پورا نظام ترتیب وار رکھ دیا، مولانا بہت خوش ہوئے، اور فرمانے لگے: ''آپ نے ایک ہی دفعہ میں اتنے مرتب طور پر پورے نظام کو سامنے رکھ دیا کہ ساری باتیں علم میں آ گئیں، اس سے مجھے بہت اطمینان ہوا''، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس انتظام میں کئی جگہ آپ نے تبدیلیاں بھی کرائیں، ایک صاحب جو خطابت کے میدان میں بہت مقبول تھے، ان ہی کے کمرہ میں میں نے دو اور اصحاب علم کو بھی رکھا جو علی گڑھ سے تھے، مولانا نے ان حضرات کے بارے میں فرمایا: یہ اصحاب علم اور سنجیدہ لوگ ہیں، اُن کو اِن صاحب کے ساتھ نہ رکھیے، تو اندازہ ہوا کہ وہ کس قدر دِقت نظر سے مسائل کو دیکھتے تھے۔

اس سمینار میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے خطبات پر میں نے بھی اپنا مقالہ پیش کیا، مولانا نذرالحفیظ ندوی صاحبؒ نظامت کر رہے تھے، جب میں اپنے مقالہ کی خواندگی سے فارغ ہوا تو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا رابع صاحبؒ اوران کے برادر خورد حضرت مولانا محمد واضح صاحبؒ دونوں نے خوب حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا: آپ جتنے فقیہ ہیں، اتنے ہی ادیب بھی ہیں۔

اس کے بعد مدتوں حضرت مولانا سے کوئی رابطہ نہیں ہوا، جب حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی وفات ہوئی، تب مولانا سے رابطہ بڑھا، اورندوہ کی آمدورفت میں بھی اضافہ ہوا، پھر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی وفات کے بعد باتفاق رائے صدر بورڈ کی حیثیت سے آپ کا انتخاب عمل میں آیا، اس وقت بعض حضرات کو اس میں تامل تھا، ان کا خیال تھا کہ مولانا مدرسہ کی دنیا کے آدمی ہیں اور خلوت نشینی کا مزاج رکھتے ہیں؛ لیکن بورڈ کے سابق جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ بورڈ کی صدارت کے لئے آپ کو موزوں ترین شخص سمجھتے تھے، انہوں نے کہا: میں نے بہت قریب سے مولانا رابع صاحبؒ کو دیکھا ہے اور میرا یقین ہے کہ وہ اس عہدہ کے لئے بہت مفید شخص ثابت ہوں گے، اورواقعی ایسا ہی ہوا، پھر جب آپ بورڈ کے صدر بنے اور بورڈ کی میٹنگوں میں آپ سے ملاقات ہوئی تو یہ قرب بہت بڑھ گیا، تقریباً ہر اجلاس کے بعد مولانا تنہائی میں میرے مشوروں کو سراہتے، افسوس کہ حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ پر بعض لوگوں کی طرف سے بے جا اعتراضات اٹھائے جاتے، اوران کی ہتک کرنے کی کوشش کی جاتی، میں مدلل تردید کرتا اور ٹھنڈے لب ولہجہ میں، سنجیدگی کے ساتھ، وہ اس کی داد دیتے، اورگاہے فرماتے: میری اور آپ کی رائے میں بہت ہم آہنگی ہے، میں آپ کے دورصدارت سے پہلے عام رکن تھا، آپ ہی کے عہد میں ۲۰۰۷ء کے اجلاس چنئی میں مجھے عاملہ کا رکن اور ۲۰۱۰ء کے اجلاس اورنگ آباد میں سکریٹری بنایا گیا، جو دور تک میرے گمان میں بھی نہیں تھا، اورپھر جب ۳؍اپریل ۲۰۲۱ء کو حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ کی وفات ہوئی تو ایک دو دنوں کے اندر ہی آپ نے اس حقیر کو کارگزار جنرل سکریٹری مقرر کردیا، بہرحال سکریٹری بنائے جانے سے پہلے بھی وہ بورڈ کے بہت سے مسائل میں نجی طور پر حضرت مولانا نظام صاحبؒ کے ساتھ ساتھ مجھ کو بھی شریک مشورہ رکھتے تھے۔

حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ کی وفات کے بعد میں کسی مناسبت سے ندوہ پہنچا، آپ مولانا واضح صاحبؒ کے ساتھ تشریف فرماتھے، بعض اورحضرات بھی تھے، مولانا نے ان کو باہر جانے کا اشارہ کیا، پھر مولانا واضح صاحبؒ نے مجھ سے استفسار کیا کہ جنرل سکریٹری کے سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحبؒ کا نام لیا، انہوں نے فرمایا: بھائی صاحب کے پاس جو خطوط آرہے ہیں، ان میں زیادہ تر لوگ آپ کا نام لکھ رہے ہیں، میں نے کہا: یہ بالکل مناسب نہیں ہوگا، مولانا ولی صاحبؒ میرے بڑے ہیں، استاذ ہیں، اوران کے والد میرے بڑے محسن ہیں، اورجہاں تک کام کی بات ہے تو جو کام میرے حوالہ کیا جائے گا، ان شاء اللہ اس میں میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی، اورسکریٹری ویسے بھی آپ نے مجھے بنا ہی دیا ہے، حضرت مولانا رابع صاحبؒ اس بات سے بہت خوش ہوئے، کہنے لگے، آپ نے میری بڑی الجھن دور کردی، پھر دیر تک دعاء دیتے رہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے بعد آپ ندوۃ العلماء کے ناظم بنے، آپ کے ہی دور میں ندوہؒ کی مجلس شوری کے لئے میرا انتخاب ہوا، ظاہر ہے کہ اس میں آپ کا اشارہ شامل تھا، پھر ندوہ کی اعلیٰ ترین انتظامی کمیٹی ''مجلس نظامت''، جو اصل میں سارے فیصلے کرتی ہے، اورمجلس منتظمہ اس کی تصدیق کرتی ہے' کا مجھے رکن نامزد کیا، بورڈ کی اکثر ذیلی کمیٹیوں میں بھی آپ نے مجھے کنوینر مقرر کیا، اور جب حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلیؒ کی وفات کے بعد ندوہ میں مجلس تحقیقات شرعیہ کی تجدید ہوئی تو اس میں بھی مجھے رکن نامزد فرمایا، غرض کہ میرے لیے سعادت و شرف کی بات ہے کہ مجھے ہمیشہ ان کے اعتماد کی دولت حاصل رہی، وہ بورڈ کے مسائل میں بھی اور کبھی کبھی ندوہ کے تعلیمی نظام کے سلسلہ میں بھی مجھ سے مشورہ کرکے عزت افزائی فرماتے تھے،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ظاہر ہے یہ ان کی بڑائی تھی۔

میری درخواست پر انہوں نے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی سرپرستی قبول فرمائی، میری درخواست پر المعہد العالی الاسلامی کی سرپرستی بھی قبول فرمائی، وہ معہد کے کام کو بہت سراہتے تھے، میرے بعض تربیت یافتہ فضلاء کو ندوہ میں تدریس کے لئے متعین کیا اور مجھ سے فرمایا: ان کے تقرر کے محرکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ آپ کے زیر تربیت رہ چکے ہیں، میں نے سمجھا کہ ان میں ضرور فکری اور فقہی اعتدال ہوگا، ایک بار فرمایا: جتنی جلدی تعلیمی دنیا میں معہد کو شہرت حاصل ہوئی، شاید و باید ہی ایسا ہوتا ہے۔

ندوہ کے بعض فضلا نے حضرت سے عرض کیا: میں تخصص کے لئے معہد جانا چاہتا ہوں، تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ ضرور جائیے، ان شاء اللہ فائدہ ہوگا، ایک بار معہد کے سالانہ جلسہ میں، میں نے مدعو کیا، آپ نے دعوت قبول فرمالی؛ لیکن چونکہ عام طور پر ہوائی جہاز کا سفر نہیں کرتے تھے، اور ان دنوں طبیعت بھی متأثر تھی، اس لیے ایک دو دن پہلے معذرت کر دی، اور فرمایا: میں اپنا تحریری پیغام بھیجتا ہوں، اور اگر آپ کی رائے ہو تو ندوہ سے کسی کو نمائندہ بنا کر بھیجوں، میں نے عرض کیا: میں تو خود آپ کا نمائندہ ہوں، البتہ آپ کا پیغام آجائے تو حوصلہ افزائی کا باعث ہوگا، پیغام عام طور پر مختصر ہوتا ہے؛ لیکن آپ نے ڈھائی صفحے میں ایک تفصیلی تحریر بھیجی، جس میں معہد کے کام کو بہت سراہا گیا تھا، یہ تحریر اجلاس میں پڑھ کر سنائی گئی۔

اس کے بعد جب ندوہ حاضر ہوا تو آپ نے بڑے افسوس کا اظہار کیا کہ میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا اور فرمایا: میں ضرور کسی موقع پر اس کی تلافی کروں گا، پھر جب حیدر آباد میں بورڈ کا چھبیسواں اجلاس ۹-۱۰ر فروری ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوا تو مولانا نے خود فرمایا: میں اجلاس کی اگلی صبح معہد آؤں گا، ان کا قیام عبداللہ بھائی پٹنی کے مکان پر ہوتا تھا؛ چنانچہ اگلے دن ہم لوگ آپ کو لے کر آئے، اس وقت مرکزی بلڈنگ میں دو کمروں پر مشتمل قدیم مہمان خانہ تھا، اسی میں حضرت مولانا رابع صاحبؒ اور حضرت مولانا واضح صاحبؒ کے قیام کا انتظام کیا گیا، اس وقت عمارتیں بھی کم تھیں، اور کانفرنس ہال تیسری منزل پر تھا، اور لفٹ بھی نہیں لگی تھی، اس لیے مولانا کی صحت کو دیکھتے ہوئے ہم لوگوں نے کانفرنس ہال کے بجائے میٹنگ ہال میں پروگرام رکھا، میز اور کرسیاں ہٹا کر طلبہ نیچے بیٹھ گئے، مولانا حالانکہ بہت تھکے ہوئے تھے، لیکن یہاں آکر بہت نشیط ہوگئے، پھر فرمایا کہ اس ادارہ سے مجھے بہت انس ہے، بہت عمدہ خطاب کیا، جس میں علوم اسلامی میں تخصص کی اہمیت پر روشنی ڈالی، اور فقہ اسلامی پر علاقائی احوال کا کیا اثر پڑتا رہا ہے، اس پر بڑی بصیرت مندانہ گفتگو کی، تشریف تو لائے تھے ایک دو گھنٹے کے لئے؛ لیکن پورے دن رہے، اور عشاء کے قریب یہاں سے رخصت ہوئے، یہ ادارہ کے لئے بہت ہی مبارک اور اس حقیر کے لئے بڑی مسرت کا دن تھا اور یہ آپ کا حیدر آباد کا آخری سفر تھا۔

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید رشید احمد حسنیؒ تھا، آپ تکیہ کلاں رائے بریلی اتر پردیش میں ۱۳۴۷ھ/۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے، آپ کی والدہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی بہن تھیں، جن کا اسم گرامی امۃ العزیز تھا، آپ کی خاندانی نسبت حضرت سید احمد شہیدؒ سے ہے، اس خاندان نے اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ سے لے کر موجودہ دور تک اسلام کی نمایاں اور امتیازی خدمات انجام دی ہیں، عقیدہ توحید، اتباع سنت، دین حق کی ترجمانی، اسلام کی دعوت، اور قول و فعل میں اعتدال اس خاندان کی مشترک خصوصیت رہی ہے، آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی، ایک سال دارالعلوم دیوبند میں بھی گزارا، اور وہاں حدیث کے ساتھ فقہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی، آپ نے خود اس حقیر سے دیوبند میں ہدایہ آخرین پڑھنے کا ذکر فرمایا، نیز چند دنوں مظاہر علوم میں بھی قیام رہا اور تعلیم کے لئے حجاز مقدس بھی تشریف لے گئے۔

اپنے زمانہ کے بڑے اصحاب نسبت سے بھی استفادہ کا موقع ملا، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حسین احمد مدنیؒ، اور حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مجلسوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی؛ مگر خاص طور پر آپ نے اپنے خال معظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تعلیم اور تزکیہ دونوں میدانوں میں استفادہ کیا، اور ان کی فکر کو کچھ اس طرح اپنے اندر جذب کرلیا کہ وہ مولانا علی میاںؒ کا عکس جمیل اور ثنیٰ بن گئے، انھوں نے حضرت مولانا علی میاںؒ کے زیر سایہ ندوہ میں طویل تدریسی خدمت انجام دی، اور استاذ ادب سے لے کر مہتمم اور نائب ناظم تک کی متنوع تعلیمی اور انتظامی خدمات انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ جب ۱۹۹۹ء کی آخری تاریخ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات ہوئی تو جنوری ۲۰۰۰ء میں ندوہ کی نظامت آپ کے سپرد ہوئی۔

دور اول کے بعد ندوہ کی تعمیر وترقی کا سفر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے عہد میں شروع ہوا، جب میں ۱۹۷۶ء میں ایک زائر کی طرح ندوہ میں حاضر ہوا تھا تو درسگاہ کی بلڈنگ، سلیمانیہ، اور رحمانیہ ہاسٹل اور موجودہ مسجد کے مقابلہ مختصر مسجد اور مہمان خانہ جس میں حضرت مولانا علی میاںؒ کا قیام ہوتا تھا' کے علاوہ کوئی قابل ذکر عمارت نہیں تھی، اور طلبہ کی تعداد بھی غالباً تین چار سو تھی، جشن ۸۵ر سالہ کے بعد حضرت مولانا علی میاںؒ کی قیادت میں ندوہ نے تعلیمی شعبہ جات، اساتذہ وطلبہ کی تعداد، تعمیرات اور شاخوں کے قیام کے لحاظ سے بہت تیز رفتار ترقی کی، اور ان تمام ترقیات میں حضرت مولانا علی میاںؒ کے دست راست ہونے کی حیثیت سے حضرت مولانا رابع صاحبؒ کا کلیدی کردار رہا ہے، پھر جب آپ خود ندوہ کے ناظم مقرر ہوئے، تب بھی یہ ترقی اسی طرح جاری رہی، بڑے پیمانے پر مسجد کی توسیع ہوئی، درسگاہ اور دار الاقامہ کی نئی عمارتیں بنیں، طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، شاخوں میں بھی اضافہ ہوا، رابطہ ادب اسلامی کا کام بھی جاری رہا، پیام انسانیت کا شعبہ بھی روبہ ترقی رہا، اس لئے حضرت مولانا رابع صاحبؒ کے عہد انتظام کو- جو حضرت مولانا علی میاںؒ کے آخر زمانہ سے لے کر خود ان کے زمانہ تک محیط ہے- ندوہ کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے۔

آپ کی جو چیز ہر ملنے والے کو آپ کی طرف کھینچتی تھی، وہ تھی آپ کی خوش اخلاقی اور تواضع وانکساری، آپ کی عادات پوری طرح اوصاف نبوی ﷺ کی آئینہ دار تھیں، ہر ایک سے مسکرا کر ملتے، بہت نرمی اور مخاطب کے احترام کا لحاظ کرتے ہوئے گفتگو فرماتے، آنے والوں کے ساتھ اپنے دسترخوان پر بیٹھتے، دسترخوان پر بھی اپنے توشہ میں سے کچھ ان کی پلیٹ میں رکھتے تھے، جس سے ان کا اکرام مقصود ہوتا، زبان کی اس قدر حفاظت فرماتے کہ عوام تو کیا خواص بھی شاذ ونادر ہی اپنی زبان کو اس قدر محفوظ رکھ پاتے ہوں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ماموں حضرت مولانا علی میاںؒ کی طرح محبوبیت عطا فرمائی تھی، وہ علماء، مشائخ، مختلف مکاتب فکر کے قائدین اور رہنما، جدید تعلیم یافتہ ماہرین، سیاسی قائدین اور غیر مسلم مذہبی وسیاسی رہنما سب کے درمیان عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ آکر ملاقات کرتے اور دعا کی درخواست کرتے، بیرون ملک کے اہل علم بھی عقیدت سے سرشار ہوکر حاضر خدمت ہوتے، اور جو شخص آتا، محبت کی حرارت اپنے ساتھ لے کر جاتا۔

یوں تو آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ ہر شخص آپ کے بارے میں کلمہ خیر ہی کہتا تھا اور حاضرانہ وغائبانہ آپ کا ادب ملحوظ رکھتا تھا؛ لیکن اگر کسی نے آپ کے خلاف کوئی بات کہی، تب بھی آپ اپنی زبان کی پوری طرح سے حفاظت فرماتے، ایک صاحب نے جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن بھی تھے، کچھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ بورڈ کی مجلس عاملہ نے ان کے سلسلے میں غور وخوض کیلئے ایک کمیٹی بنادی، جو چار ارکان پر مشتمل تھی، جن میں، میں بھی تھا، لوگ اس بات پر متفق تھے کہ ان کو علاحدہ کردیا جائے؛ لیکن اس کے لئے کیا تعبیر اختیار کی جائے۔ اس پر بات ہورہی تھی، مولانا نے میرے بارے میں فرمایا: یہ تحریر مرتب کردیں، میں نے کوشش کی کہ یہ تحریر زیادہ سے زیادہ مثبت رنگ میں ہو، اتفاق سے ان ہی دنوں ان صاحب کا میڈیا پر کچھ ایسا بیان آگیا تھا کہ گویا بورڈ سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اب ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اخراج کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے میں نے لکھا: چونکہ فلاں صاحب نے خود ہی بورڈ سے بے تعلقی کا اعلان کردیا ہے، اس لیے بورڈ اس کو تسلیم کرتا ہے، اب وہ بورڈ کے رکن نہیں ہیں، مولانا میری اس تعبیر سے بہت خوش ہوئے؛ کیوں کہ اس وقت جس طرح کی تعبیرات اختیار کی جارہی تھیں، یہ ان میں سب سے ہلکی عبارت تھی، مولانا اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ان صاحب کا رویہ اس کے بعد بھی بد سے بدتر ہوتا چلا گیا، انہوں نے ندوی فضلاء اور ندوہ کے طلبہ کو انتظامیہ کے خلاف اکسانے کی بہت کوشش کی، اور رشتہ کا بھی پاس ولحاظ نہیں رکھا، ندوہ میں اپنے کچھ لوگوں کو لے کر ہنگامہ کرنے کی کوشش بھی کی؛ لیکن ناکام رہے، مولانا صبر کی تصویر بنے رہے، جب ندوہ کی مجلس نظامت کی میٹنگ ہوئی تو ان کی حرکتوں پر سبھی حضرات ناراض تھے اور یہ ناراضگی الفاظ میں بھی ظاہر ہورہی تھی؛ لیکن مولانا کی زبان سے ان کے خلاف کوئی جملہ نہیں نکلا، حقیقت یہ ہے کہ مجھ کو بہت سی بڑی شخصیتوں کے قریب رہنے کا موقع ملا؛ لیکن قاری محمد طیب صاحب، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی- رحمہم اللہ- کو جس قدر اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا پایا، شاید وباید ہی کسی اور کو پایا۔

مولانا کے ایک اور شاگرد جن کو اللہ نے خطابت کا بڑا جوہر عطا فرمایا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ان کے بعض بیانات کی وجہ سے بھی بازپرس کا فیصلہ کیا، میں چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں زیادہ سخت رویہ نہ اختیار کیا جائے، اس لئے میں نے یہ رائے پیش کی کہ صدر محترم ان کو ایک خط لکھیں اور خط میں ان کو تنبیہ کریں، سبھی حضرات نے اس رائے سے اتفاق کیا، میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ جس وقت مناسب سمجھیں، کسی صاحب کو خط املاء کرادیں جو اُن کو ارسال کردیا جائے، تو انہوں نے فرمایا: آپ ہی یہ خط مرتب کردیں، آپ میرے مزاج کے مطابق کریں گے، اور یوں ہم لوگوں کا ان سے جو خاندانی رابطہ و تعلق رہا ہے، اس کا بھی پاس ولحاظ رہے۔

اس حقیر پر ذاتی طور پر بھی مولانا کی بڑی شفقتیں تھیں، میں خود ندوہ کی اور بورڈ کی میٹنگوں میں ندوہ حاضر ہوتا ہی رہتا تھا، کبھی کبھی درمیان میں مشورہ کیلئے یا صرف آپ سے ملاقات کیلئے بھی حاضر ہوتا تھا، جب بھی حاضر ہوتا، بڑے تپاک اور محبت سے ملتے، اکثر کچھ تبرک بھی عنایت فرماتے، جو کبھی گرم رومال، کبھی شیروانی اور صدری کے کپڑے اور کبھی بسکٹ اور کھجور کی شکل میں ہوتا، جو بھی نئی کتاب طبع ہوتی، وہ بھی عنایت کرتے، بعض دفعہ کسی حوصلہ افزا فقرہ اور دستخط کے ساتھ دیتے، میں از راہ احترام دور بیٹھتا تو قریب میں بیٹھنے کو فرماتے، کہتے کہ تمہارے آنے سے مجھے بہت اطمینان ہوتا ہے، بورڈ کے بارے میں بعض دفعہ مشورہ دیتے کہ فلاں کام کو اس طرح کرلینا بہتر ہوگا، تاہم یہ میری رائے ہے، فیصلہ نہیں، آپ جو بہتر سمجھیں کریں، میں عرض کرتا، حضرت! میرے لئے آپ کی رائے ہی فیصلہ ہے، حد تو یہ ہے کہ مہمان خانہ جہاں میرا قیام ہوتا، ایک دوبار وہیل چیئر کے ذریعہ وہیں تشریف لے آئے، مجھ کو بڑی شرمندگی ہوئی، میں نے عرض کیا، حضرت! مجھ کو بڑی ندامت ہوتی ہے، میں پہلے سے بہت گنہ گار ہوں، آپ میرے گناہوں میں اضافہ نہ فرمائیں، جب بھی کوئی بات ہو تو آپ خود مجھ کو بلالیا کریں، ایک دو سفر میں میرے ساتھ عزیزی مولوی یحیٰ بن زکریا (متوطن ری یونین، فرانس) بھی تھے جو میرے داماد بھی ہیں، مولانا جب ان سے ملے تو ایک قریبی عزیز کا سا سلوک فرمایا، اور بڑی شفقت کا برتاؤ کیا، وہ اپنے وطن جانے سے پہلے میرے ساتھ ملاقات کی غرض سے لکھنؤ آئے، ہم لوگ جاتے ہوئے مصافحہ کرکے رخصت ہونا چاہتے تھے، یحیٰ سلمہ کو چونکہ مستقبل قریب میں اپنے وطن واپس ہونا تھا، اس لئے وہ اس کے اور بھی زیادہ مشتاق تھے، جب ہم لوگ ندوہ سے نکلے اور حضرت کی قیام گاہ کے پاس پہنچے تو خدام نے بتایا کہ آپ آرام کر رہے ہیں، میں نے خادم سے کہا: مولانا کے آرام میں خلل نہ پیدا کیا جائے، ہم لوگ ایئرپورٹ چلتے ہیں، بعد میں میرا اسلام عرض

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کر دیجئے، جب ہم ایئر پورٹ پہنچے تو مولانا کا فون آیا، معلوم ہوا کہ وہ ہم لوگوں سے ملاقات کے لئے وہیل چیئر پر کمرہ تک پہنچ گئے تھے، خود مولانا نے فون پر معذرت فرمائی کہ مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے پہنچا، اور آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، ایسی تواضع، خورد نوازی اور دل داری کی بھی کوئی مثال مل سکتی ہے!

آپ کے فکری اعتدال اور ہر ملنے والے کے ساتھ شفقت و محبت کے ساتھ برتاؤ کا اثر تھا کہ آپ اپنے زمانہ میں پوری ملت اسلامیہ ہند کے لئے نقطۂ اتفاق تھے، بورڈ کے تیسرے صدر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی وفات ہوئی تو صدر کے لئے سبھوں کی زبان پر آپ کا نام تھا، انتخاب کے وقت آپ مجلس میں موجود نہیں تھے، ناگپور سے حیدرآباد آتے ہوئے راستہ میں تھے لیکن باتفاق رائے چوتھے صدر کی حیثیت سے آپ کا انتخاب عمل میں آیا، آپ ۲۰۰۳ء میں بورڈ کے صدر منتخب ہوئے اور تادم وفات ۲۰۲۳ء تک اس عہدہ پر فائز رہے، حالانکہ ہر تین سال میں صدرِ بورڈ کا نیا انتخاب ہوتا ہے؛ لیکن ہمیشہ لوگوں کی زبان پر بحیثیت صدر آپ کا ہی نام نامی رہا، آپ نے بہت نازک حالات میں اور بڑی حکمت عملی کے ساتھ صدارت کی ذمہ داری انجام دی۔

اگر مجھے حضرت کے دو بنیادی اوصاف کا ذکر کرنا ہو تو میں دو باتوں کا ذکر کروں گا، ایک: تواضع اور کسر نفسی، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، دوسرے: استغنا اور دنیا سے بے نیازی، ان کی یہ بے نیازی کی داستان تکیہ کلاں رائے بریلی پہنچ کر زبان حال سے سنی جاسکتی ہے، بیرونی حصہ جس میں آپ کا قیام رہتا، اور جس میں مہمانوں کی آمد و رفت ہوتی، سیدھا سادہ، آرام دہ فرنیچر اور تعمیری آرائش کے لوازمات سے خالی متوسط درجہ کا مکان، حد تو یہ ہے کہ واش روم میں بھی محض پلاسٹر کیا ہوا فرش ہے، اس عاجز کو چند دفعہ گھر کے اندر بھی حاضری کا موقع ملا ہے، چونکہ اس وقت اپنی صحت کی وجہ سے آپ کا چلنا پھرنا دشوار تھا، اس لیے آپ نے اندر بلالیا، اور برآمدہ جہاں خود آرام فرمارہے تھے، مجھے بھی بٹھایا، دیر تک مختلف انداز کی باتیں ہوتی رہیں، جن کا تعلق یاد ماضی سے بھی تھا اور حال وامروز سے بھی، اور امت کیلئے فکر فردا سے بھی، یہ گھر کا اندرونی برآمدہ تھا، جہاں ایک تخت پر آپ لیٹے ہوئے تھے، یہ بھی بہت سادہ عمارت ہے، اگر میں کہوں متوسط سے بھی کم درجہ کی ہے تو بے جا نہ ہوگا؛ حالانکہ آپ کو جو مقبولیت و محبوبیت حاصل تھی، اور پوری دنیا میں آپ کے نیازمند پھیلے ہوئے تھے، ان کی طرف سے جدید ترین سہولتوں سے مزین خوبصورت مکان کی تعمیر آپ کے لئے چنداں دشوار نہیں تھی، مولانا کے بعض عزیزوں سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، گاڑیاں پیش کیں، لیکن آپ نے خوبصورتی کے ساتھ اس کو قبول کرنے سے معذرت کرلی، مخلصین کے اصرار پر ان کو مشورہ دیا کہ یہ سب ندوہ کے حوالہ کردیا جائے۔

حب ّمال سے بھی بڑی بیماری حب جاہ ہے، بڑے بڑے اصحاب علم، خانقاہوں کے سجادہ نشیں، قرآن وحدیث کے اساتذہ، لوگوں کو نصیحت کرنے والے واعظین اور مقررین یہاں آکر ناکام ہو جاتے ہیں، مدرسہ میں اونچی کتابوں کے لئے لڑائی ہوتی ہے، خانقاہوں میں سجادہ نشینی کے اور مرید آباد کو وسعت دینے کے لئے جھگڑے ہوتے ہیں، اور عام لوگوں کا یا جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا تو کہنا ہی کیا؟ ان کے یہاں جاہ طلبی تو کوئی برائی ہی نہیں، جن چند لوگوں کو اس سلسلے میں مستغنی اور بے نیاز دیکھا، ان میں ایک نمایاں ترین نام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کا ہے اور وہ اس سلسلے میں پوری طرح اپنے خال محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نقش قدم پر تھے۔

میں ۸۰ء کی دہائی سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا رکن تاسیسی ہوں، اور اس وقت سے بورڈ کی نمایاں ترین شخصیات کو دیکھا ہے اور چونکہ بورڈ تمام مکاتب فکر اور اہم تنظیموں کا وفاق اور مسلمانان ہند کا سب سے مقبول اور معتبر ادارہ ہے، اور ملک کی بڑی بڑی دینی جامعات اور تزکیہ واحسان کے مراکز کی نمائندگی بھی اس میں موجود ہے، میں نے بہت سے مواقع پر عہدوں کے لئے جورسہ کشی اور ماحول سازی دیکھی ہے، وہ افسوس ناک اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ناقابل بیان ہے، اور میں نے ان کو اپنے سینے میں دفن رکھا ہے، یہ سوچ کر نہ ان کو زبان پر لانے کی کوشش کی اور نہ قلم پر کہ کوئی انسان خطا سے محفوظ نہیں؛ لیکن حضرت مولانا رابع صاحبؒ کو میں نے اس باب میں غیر معمولی شان بے نیازی کا حامل پایا، یہاں تک کہ وہ بورڈ کے صدر بھی اس وقت منتخب ہوئے جب وہ اس مجلس میں موجود بھی نہیں تھے، اور آپ کی صدارت کی تحریک ان لوگوں نے کی، جن کا آپ کے ادارے سے براہ راست یا بالواسطہ کوئی تعلق نہیں تھا، اور باتفاق رائے آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔

حضرت مولانا رابع صاحب علمی اور تصنیفی اعتبار سے بھی بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے، حضرت مولانا نے اپنی خدمت کا اصل میدان تدریس اور افراد سازی کو بنایا، ان کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر اساتذہ، مصنفین، اور عربی زبان کے ادب شناسوں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہوئی، انہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں کام انجام دیا، عربی اور اردو میں پچاس سے زیادہ کتابیں آپ کے قلم سے آئی ہیں چونکہ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے، اس لیے آپ نے اپنی تصنیفی خدمات میں نصابی کتابوں کو بڑی اہمیت دی، آپ نے نصابی نقطہ نظر سے ادب عربی کی تاریخ پر ''تاریخ الادب العربی'' لکھی، عربی تنقید نگاری پر ''الادب العربی بین عرض ونقد'' تالیف فرمائی، اسلامی ادب کے نمونوں کو ''منثورات'' کے نام سے جمع فرمایا، جو جاہلی ادب کے مقابلہ میں اسلامی ادب کی نمائندگی کرتا ہے، یہ کتاب دراصل اسلامی ادب کے نمونوں کی شاہ کار اور حضرت مولانا علی میاںؒ کی مختارات کی تمہید ہے، عربی انشا پر معروف و مقبول کتاب ''معلم الانشاء'' کی تیسری جلد مرتب فرمائی، عالم عرب کے جغرافیہ پر بہت باریک بینی سے ''جزیرۃ العرب'' تحریر فرمائی، جغرافیہ ایک خشک موضوع ہے، لیکن آپ نے اپنی تحقیق کے ذریعہ اس کو ایک دلچسپ موضوع بنا دیا ہے اور اس کتاب میں ضمنی طور پر اس کی بھی پرزور وضاحت کی ہے کہ عالم عرب کی طاقت اور اس کی سربلندی اسلام سے وابستہ رہی ہے، لیکن اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی آپ نے قلم اٹھایا، سیرت کے موضوع سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی، آپ کی مبسوط کتاب ''رہبر انسانیت'' منفرد انداز کی کتاب ہے جو ۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا اسلوب بڑا حکیمانہ ہے، اور اس میں نفسیاتی پہلو کی رعایت ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ مسلمانوں کے سامنے بھی پیش کی جاسکتی ہے اور غیر مسلموں کو بھی، چنانچہ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، سیرت پر آپ کے اہم مضامین کا مجموعہ ''نقوش سیرت'' کے نام سے طبع ہوا، قرآنیات سے آپ کو خاص مناسبت تھی، اس سلسلے میں آپ کی کتاب ''قرآن مجید انسانی زندگی کا رہبر کامل'' اور ''اسلامی معاشرہ سورہ حجرات کی روشنی میں'' بہت اہم کتابیں ہیں، آپ نے جتنا قریب سے سفر وحضر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو دیکھا ہے، شاید ہی اس میں آپ کا کوئی ہمسر ہو، آپ نے اس سلسلے میں اپنی یادداشت کو ''حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، عہد ساز شخصیت، مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں'' کے نام سے مرتب کیا جو بہت اہم یادداشتوں پر مشتمل ہے، ان کے علاوہ آپ کے ادبی مضامین کا مجموعہ ''غبار کارواں'' وفیات پر مشتمل تحریریں ''یادوں کے چراغ'' اور مختلف سفرنامے بھی قابل مطالعہ ہیں، اخیر میں آپ نے اپنی آپ بیتی لکھانی شروع کی تھی جو پوری نہیں ہو سکی، لیکن اس کی ایک جلد طبع ہوئی ہے، اگر یہ مکمل ہو جاتی تو اس عہد کی مستند اور سچی تاریخ ہوتی، عالم اسلام کے احوال و افکار پر آپ کی گہری نظر تھی اور اس موضوع پر لکھتے رہتے تھے، آپ کے ان مضامین کا مجموعہ عالم اسلام اور سامراجی نظام کے عنوان سے طبع ہو چکا ہے، جو بڑی چشم کشا معلومات پر مشتمل ہے، آپ کاروان ادب کے ایڈیٹر، تعمیر حیات اور مختلف رسائل کے سرپرست اور ماہنامہ معارف کی مجلس ادارت کے رکن تھے۔

آج جب کہ آپ اس دنیا سے جا چکے ہیں، ہر جگہ ایک خلا محسوس کیا جا رہا ہے، جس کا پُر ہونا بظاہر دشوار ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حسنات کو قبول فرمائے، درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کا سوانحی خاکہ

ڈاکٹر مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

گذشتہ چند سالوں میں ملت اسلامیہ ہندیہ نے بہت سارے اہل علم کو کھویا ہے جن میں اکثر شخصیات وہ ہیں کہ جن کا خلا پر ہونا بظاہر ممکن بھی نظر نہیں آتا، امت مسلمہ کو جس طرح روز بروز حالات اور چیلنجز کا سامنا ہے ایسے میں اکابرین علماء کا رخصت ہوجانا مزید مشکلات میں اضافہ ہونے کے مترادف ہے، اس لئے ان سب حالات میں امت کو ضرورت تھی کہ کوئی ان مسائل کو حل کرے اور حالات کا مقابلہ کرکے ملت کے غم کو ہلکا کرے، انہیں اکابرین کے سرتاج مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ بھی مؤرخہ ۲۱/رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ / مطابق ۱۳/ اپریل ۲۰۲۳ء کو رخصت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ذیل میں ہم حضرت مولانا رحمہ اللہ کا سوانحی خاکہ پیش کررہے ہیں جس سے قارئین کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ کس عظیم ہستی اور مرشد سے ہم محروم ہوگئے ہیں کہ جن کا سایہ ہی ہمارے لئے بہت کافی تھا۔

تفصیلات :

اسم گرامی: سید محمد رابع حسنی ندوی

ولدیت: سید رشید احمد حسنی

تاریخ پیدائش: اکتوبر ۱۹۲۹ء آبائی وطن تکیہ کلاں، ضلع رائے بریلی (یوپی)

والدہ محترمہ: امۃ العزیز صاحبہ (ہمشیرہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی) یعنی آپ حضرت مفکر اسلامؒ کے بھانجے تھے۔

تعلیم وتربیت:

خاندانی روایات کے مطابق ابتدائی تعلیم اپنے گھریلو مکتب رائے بریلی میں حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنوء کا رخ کیا، رسمی فراغت تک ندوہ ہی میں تعلیمی سلسلہ جاری رہا اور وہاں سے ۱۹۴۸ء میں فضیلت سے فراغت ہوئی، درمیان میں ۱۹۴۷ء میں اکابرین خاندان کے مشورہ سے دارالعلوم دیوبند میں ایک سال تعلیم حاصل کی۔

تدریسی خدمات:

۱۹۴۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبہ ادب عربی میں بحیثیت معاون استاد تقرر رہوا۔ اسی اثنا میں ۱۹۵۰ء کے آخر سے ۱۹۵۱ء کے آخر تک ایک سال علمی استفادہ کی غرض سے حجاز مقدس میں گذارا۔ ۱۹۵۲ء میں ندوہ کے ادیب دوم مقرر ہوئے۔

۱۹۵۵ء میں صدر شعبہ ادب عربی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

۱۹۷۰ء میں عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء مقرر ہوئے۔

۱۹۹۳ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا منصب اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔

۱۹۹۸ء میں نائب ناظم حضرت مولانا معین اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خرابی صحت کی وجہ سے مہتمم کے ساتھ بحیثیت نائب ناظم کے بھی خدمات انجام دیتے رہے۔

۳۱/ دسمبر 1999ء کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء کے انتقال کے بعد جنوری ۲۰۰۰ء میں ناظم ندوۃ العلماء کا عہدہ جلیلہ آپ کے سپرد ہوا۔ اور تادم حیات وہ اس منصب پر قائم رہے۔

۲۰۰۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر منتخب کئے گئے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عہدے اور مناصب :

(1) ناظم ندوۃ العلماء لکھنو۔

(۲) صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

(۳) نائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی

(۴) صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو

(۵) صدر مجلس صحافت ونشریات لکھنو۔

(۶) صدر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش لکھنو۔

(۷) صدر دار عرفات، رائے بریلی۔

(۸) رکن تاسیسی رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ۔

(۹) رکن دار المصنفین اعظم گڑھ۔

(۱۰) ٹرسٹی آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز، آکسفورڈ یونیورسٹی، برطانیہ۔

(۱۱) سرپرست مولانا محمد ثانی میموریل سوسائٹی، رائے بریلی

(۱۲) صدر مولانا عبدالباری سوسائٹی لکھنو۔

(۱۳) رکن مولانا ابوالکلام آزاد اکیڈمی لکھنو۔

(۱۴) سرپرست تحریک پیام انسانیت۔

(۱۵) سرپرست مولانا ابوالحسن ندوی اکیڈمی بھٹکل

(۱۶) سرپرست المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

(۱۷) سرپرست جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ، پھلت مظفرنگر

تاحیات آپ ان مناصب پر فائز رہے اور ان عہدوں کی شان بڑھاتے رہے۔

علمی وصحافتی خدمات:

(1) بانی اور سرپرست پندرہ روزہ عربی صحیفہ الرائد لکھنو۔

(۲) سرپرست اعلیٰ پندرہ روزہ اردو رسالہ تعمیر حیات لکھنؤ وسہ ماہی تعمیر افکار" و ماہانہ ''پیام عرفات'' رائے بریلی و ماہنامہ ''ندائے حرم'' احمد آباد گجرات۔

(۳) سرپرست سہ ماہی انگریزی مجلّہ ''دی فریگرنس آف ایسٹ''

(۴) سرپرست ہندی ماہنامہ ''سچا راہی'' لکھنؤ۔

(۵) رکن مجلس ادارت ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ۔

(۶) ایڈیٹر'' کاروان ادب'' لکھنؤ

عربی زبان وادب کی خدمات کے سلسلہ میں

صدر جمہوریہ ایوارڈ ۱۹۸۲ء

ملکی وبیرونی اسفار:

ملک ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ایک لمبے عرصہ تک آپ نے علمی، اصلاحی، تعلیمی، تبلیغی اسفار کئے اور اسی کے ساتھ ساتھ اکثر ممالک اسلامیہ عربیہ، نیز بلاد یورپ و امریکہ، مشرق بعید جاپان، ملیشیا، افریقہ، مراقش، مصر، تیونس، الجزائر اور جنوبی افریقہ پاکستان، بنگلا دیش، امارات عربیہ متحدہ کے سفر کئے، نیشنل اور انٹرنیشنل علمی وادبی سمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور مقالے پیش کئے، جو مقامی و بیرونی اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہے، اور تاحیات یہ سلسلہ جاری وساری رہا۔

تصنیفات وتالیفات

مطبوعہ عربی کتب:

(۱) الأمة الاسلامية ومنجزاتها

(۲) مقالات في التربية والمجتمع

(۳) منثورات من أدب العرب

(۴) الادب العربي بين عرض ونقد

(۵) تاريخ الادب العربي (العصر الاسلامي)

(۶) الأدب الاسلامي وصلته بالحياة

(۷) الادب الاسلامي فكرته ومنهاجه

(۸) رسائل الاعلام

(۳) معلم الانشاء (ثالث)

(۰۱) مختار الشعر (دو حصے)

(۱۱) واقع الثقافة الاسلامية

بقیہ صفحہ ۲۹ پر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

چند خوش گوار یادیں

مولانا رضی الاسلام ندوی

آج سہ پہر استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی وفات کی خبر کیا ملی کہ دل کی دنیا ویران ہوگئی-یوں تو ان کی طبیعت کافی دنوں سے خراب تھی، اتار چڑھاؤ رہتا تھا، نقاہت برابر بڑھتی جارہی تھی، لیکن چند ایام قبل، جب اپنے وطن رائے بریلی میں تھے، اچانک طبیعت زیادہ بگڑ گئی، وہاں سے لکھنؤ لاکر داخلِ اسپتال کیے گئے-شفایابی کی تمام انسانی تدابیر جاری تھیں کہ وقت موعود آپہنچا-اناللہ وانا الیہ راجعون

إنّ العَينَ تَدمَعُ، والقَلبَ يَحزَنُ، ولا نَقولُ إلّا مايَرضى رَبَّنا، وإنّا بفِراقِكَ لَمَحزُونُونَ ...

23 نومبر 2022 میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مجلس تحقیقات شرعیہ کا سمینار تھا-اس میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا تھا -افتتاحی اجلاس کی صدارت مولانا کو کرنی تھی-ان کا انتظار ہوتا رہا، لیکن طبیعت کی خرابی کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے- بالآخر مولانا بلال حسنی نے ان کا تحریر کردہ صدارتی خطبہ پڑھا-اجلاس ختم ہونے کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، مزاج پُرسی کی اور دعائیں لیں-یہ مولانا سے میری آخری ملاقات تھی-

مولانا رابع صاحب کی وفات ملّت اسلامیہ کا بہت بڑا خسارہ ہے-ان کی شخصیت نہ صرف ہندوستان، نہ صرف عالم اسلام، بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا مرجع تھی-تمام طبقات اور مسالک و مشارب کے مسلمان ان پر اعتماد کرتے اور انہیں اپنا رہبر ورہنما تسلیم کرتے تھے-ندوہ میں انھوں نے طویل عرصہ تدریس کی خدمت انجام دی، پھر متعدد انتظامی مناصب بھی سنبھالے، آخر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وہاں کے ناظم بنائے گئے-اسی طرح قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی وفات کے بعد مسلمانانِ ہند کے مؤقر ترین ادارہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت بھی انہیں تفویض کی گئی- اپنی پیرانہ سالی اور طبیعت کی ناسازی کے باوجود وہ یہ دونوں ذمے داریاں زندگی کی آخری سانس تک بہ خوبی انجام دیتے رہے - اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے اجر سے نوازے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!

مولانا کی وفات کا غم شدید ہے-اس کا اندازہ دنیا کے کونے کونے سے موصول ہونے والے تعزیتی پیغامات سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے-مجھے فخر ہے کہ میں بھی مولانا کے ہزاروں شاگردوں میں سے ایک ہوں اور میں نے ان کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کیا ہے، اس بنا پران کی وفات ذاتی طور پر میرے لیے بھی بڑا صدمہ ہے-دل بے قرار ہے-مولانا سے اپنے قریبی تعلقات کا کچھ تذکرہ کرلوں تو شاید کچھ سکون حاصل ہو۔

ندوہ میں میرا داخلہ 1975 میں ہوا، اور میں نے وہاں آٹھ برس گزارے-ابتدا میں دوٗر سے انہیں دیکھا کرتا تھا، پھر وہ وقت بھی آیا جب کلاس میں ان سے پڑھنے کا موقع ملا-ان کے ذمے عربی ادب کی گھنٹی تھی اور وہ اپنی کتاب 'الادب العربی بین عرض ونقد' کی روشنی میں درس دیا کرتے تھے-مولانا کی فنّی مہارت کے ساتھ تواضع، سنجیدگی، شرافت اور طلبہ سے محبت و شفقت کا نقش اسی زمانے میں دل پر قائم ہوگیا تھا، جو ندوہ سے فراغت کے بعد اور بھی گہرا ہوتا گیا-اب یاد کیا تو دورانِ طالب علمی کے کچھ واقعات ذہن کے پردے پر ابھر آئے ہیں اور تقاضا کررہے ہیں کہ ان کا اظہار کروں:

میرے والد مرحوم ندوہ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے آتے رہتے تھے اور میری تعلیمی پیش رفت کا قریب سے معاینہ کرتے تھے، انہیں دمہ کا مزمن مرض تھا، کھانسی دورہ کی شکل اختیار کرلیتی تھی، ایک مرتبہ فجر کی نماز میں شاید انہیں زیادہ کھانسی آگئی،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ندوہ کے ایک جلالی استاد نے انہیں کچھ سخت سست کہہ دیا، والد صاحب نے تو وہیں کھڑے کھڑے اپنی دیہاتی زبان میں بدلہ لے لیا، لیکن مجھ سے برداشت نہ ہوا، میں نے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی کہ فلاں استاد نے میرے والد کی توہین کی ہے۔انھوں نے میری شکایت بہت توجہ سے سنی، استاد مذکور کے نامناسب رویّہ پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اپنے والد صاحب سے کہیے: ''میں اس پران سے معافی مانگتا ہوں''۔

ہر برس فضیلت کے آخری سال کے طلبہ کوالوداعیہ دیا جاتا تھا — اس کا انتظام فضیلت اوّل کے طلبہ کرتے تھے — بھائی عبدالحی ان دنوں عربی مجلّہ البعث الاسلامی سے وابستہ تھے، اس لیے ندوہ پریس کے عملہ سے ان کے تعلقات تھے، ہم نے سوچا کہ اساتذہ کی خدمت میں دعوت نامہ چھپوا کر پیش کیا جائے، چنانچہ اچھے کاغذ پر چھپوا کر اسے تقسیم کیا گیا، تھوڑی دیر میں ہرکارہ نے آکر خبر دی کہ مولانا رابع صاحب نے بلایا ہے۔ ہاتھ پیر پھول گئے کہ پتہ نہیں، کون سی خطا سرزد ہوگئی ہے۔ڈرتے ڈرتے حاضری دی۔ دیکھتے ہی مولانا برس پڑے: " آپ کے دل میں استاد کا احترام نہیں ہے۔آپ نے انہیں صرف 'استادِ محترم و مکرم' لکھ کر مخاطب کیا ہے۔خاموشی میں عافیت تھی، ورنہ اُس وقت سمجھ میں آیا تھا نہ اب کہ طویل القاب و آداب سے گریز کرکے اگر صرف 'استادِ محترم و مکرم' لکھا جائے تو اس سے کیوں کر استاد کی توہین لازم آتی ہے؟! دوسری بات مولانا نے یہ فرمائی کہ آپ لوگوں نے دعوت نامہ چھپوایا ہے، یہ فضول خرچی ہے، ندوہ پریس سے یہ مفت چھپوایا گیا ہے تو بھی غلط ہے اور اس کی اجرت ادا کی گئی ہے تو بھی غلط ہے۔مولانا کا پڑھایا ہوا یہ سبق ذہن پر اس طرح نقش ہوا کہ آج تک رف کاغذات پر مقالات لکھنے کی عادت بنی ہوئی ہے—

ایک برس بعد ہم فضیلت دوم میں پہنچ گئے اور ہمارے الوداعیہ کا موقع آگیا۔میں نے سوچا کہ الوداعی تاثرات پیش کرنے میں کوئی جدّت اختیار کرنی چاہیے۔ ذہن نے سُجھایا کہ عربی میں منظوم تاثرات پیش کیے جائیں۔ چنانچہ کچھ تُک بندی کی لیکن اطمینان نہیں ہوا۔سوچا، کسی استاد سے اصلاح لے لوں، آج سوچتا ہوں تو اپنی جسارت پر ہنسی آتی ہے کہ اپنا لکھا ہوا قصیدہ لے کر مولانا کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی جا بجا اصلاح کی — پھر تو خود اعتمادی عروج پر پہنچ گئی۔حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی صدارت میں الوداعی پروگرام منعقد ہوا — میری زبان میں لکنت تھی، اس لیے میرا قصیدہ بھائی آفتاب عالم نے پیش کیا — اسے بہت پسند کیا گیا — مولانا علی میاں کے چہرے پر بھی بشاشت آگئی، جسے دیکھ کر میرا دل خوشی سے بلّیوں اچھلنے لگا — بعد میں ندوہ کے استاد مولانا محبوب الرحمٰن ازہری نے اس قصیدہ کو مجھ سے لے کر اپنے دوست جناب ابومحفوظ الکریم معصومی (کلکتہ) کے پاس بھیج دیا، جو عربی زبان کے بہت بڑے ادیب اور شاعر تھے — انھوں نے اس کی ہیئت ہی بدل دی، لیکن یہ میرے ہی نام سے ندوہ کے عربی جریدہ پندرہ روزہ الرائد میں 'ضریبۃ الحب' کے عنوان سے طبع ہوا۔

ندوہ سے فراغت کے بعد رابطہ ادب اسلامی کے متعدد سمیناروں میں شرکت کا موقع ملا — وہاں مولانا سے ضرور ملاقات ہوتی — میں کچھ لکھنے لگا تھا اور میری کتابیں شائع ہونے لگی تھیں — انہیں مولانا کی خدمت میں پیش کرتا تو بہت خوشی کا اظہار کرتے اور دعائیں دیتے — ایک موقع کی خوش گوار ملاقات اب تک یاد ہے — مولانا محمد تقی الدین ندوی حفظہ اللہ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ میں ایک سمینار تھا — افتتاحی اجلاس کے بعد مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔استادِ محترم مولانا واضح رشید ندوی بھی موجود تھے۔مولانا رابع صاحب نے فرمایا: "رضی الاسلام تو اپنے آدمی تھے۔'' مولانا واضح صاحب نے معمولی ترمیم کے ساتھ جملہ دہرایا: "رضی الاسلام اپنے آدمی ہیں—'' کافی عرصہ گزر جانے کے باوجود ان جملوں کی لذت اب بھی محسوس ہوتی ہے—

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ سے میری وابستگی 1994 میں ہوگئی تھی۔اس کا ترجمان سہ ماہی تحقیقات اسلامی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا۔ ملاقات پر وہ اس کا تذکرہ ضرور کرتے اور اس میں شائع ہونے والے میرے مضامین کی ستائش کرتے۔ 2006 میں اس کی اشاعت کو 25 برس مکمل ہوئے تو مدیر مجلّہ اور سکریٹری ادارہ مولانا سید جلال الدین عمری کے مشورے سے یہ پروگرام بنایا گیا کہ ملک و بیرونِ ملک کے معروف اہل علم سے مجلّہ کے بارے میں تاثرات حاصل کیے جائیں۔ مولانا کی خدمت میں بھی خط بھیجا گیا—انہوں نے ازراہِ نوازش اپنے قیمتی تاثرات ارسال فرمائے، جو خصوصی شمارے میں شامل کئے گئے۔

چند برس قبل جماعت اسلامی ہند کی جانب سے 'مسلم پرسنل لا بیداری مہم' منائی گئی—اس موقع پر جماعت کے ذمے داروں کی جانب سے مجھے ایک تعارفی کتابچہ تیار کرنے کو کہا گیا—میں نے اسے تیار کیا تو خیال آیا کہ اگر اس پر استاد محترم سے، جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں، مقدمہ لکھوایا جا سکے تو اسے اعتبار واستناد حاصل ہو جائے گا— برادر محترم جعفر مسعود حسنی ندوی، جو میرے کلاس فیلو ہیں، کے تعاون سے یہ کام بہ سہولت ہو گیا اور کتابچہ مولانا کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا—اسے مہم کے دوران میں بہت بڑی تعداد میں چھپوا کر پورے ملک میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی سے بھی 'عائلی زندگی کے اسلامی اصول' کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی—اس کا انگریزی ترجمہ بھی طبع ہوا—اب تک ان دونوں کے کئی اڈیشن نکل چکے ہیں۔

گزشتہ برس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کان پور میں بورڈ کے میقاتی ارکان کا اضافہ کیا گیا تو مجھے بھی اس کی رکنیت کا شرف بخشا گیا—اس کے بعد اس کی دار القضاء اور تفہیم شریعت کمیٹیوں کی تشکیلِ نو ہوئی تو اس میں بھی مجھے شامل کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ استاد محترم اور دیگر ذمے دارانِ بورڈ کے مجھ پر اعتماد کا مظہر ہے—اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس اعتماد پر کھرا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صفحہ ۲۶ کا بقیہ

(۱۲) التربیۃ والمجتمع
(۱۳) بین التصوف والحیاۃ
(۱۴) أضواء علی الادب الاسلامی
(۱۵) فی وطن الامام البخاری
(۱۶) العالم الاسلامی الیوم
(۱۷) فی ظلال السیرۃ
(۱۸) الفقہ الاسلامی
(۱۹) حرکۃ ندوۃ العلماء فکرتہا ومنہاجہا.

مطبوعہ اردو کتب

(۱) دین وادب
(۲) جغرافیہ جزیرۃ العرب
(۳) حج ومقامات حج
(۴) مقامات مقدسہ
(۵) اسلامی شریعت: ایک محکم قانون اور زندگی کی ضرورت
(۶) امت مسلمہ: رہبر اور مثالی امت
(۷) امت اسلامیہ اور اس کی ثقافت
(۸) دو مہینے امریکہ میں
(9) مسلمان اور تعلیم
(۱۰) سماج کی تعلیم وتربیت
(11) سمرقند و بخارا کی بازیافت
(۱۲) غبارِ کارواں
(۱۳) حالات حاضرہ اور مسلمان
(۱۴) نقوش سیرت
(۱۵) عالم اسلام، اندیشے اور امکانات
(۱۶) مسلم سماج
(۱۷) رہبر انسانیت (اردو، ہندی، انگریزی)
(۱۸) یادوں کے چراغ

ان کے علاوہ سیکڑوں اردو عربی مقالات ومضامین۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندویؒ

ابّا! اپنی انفرادی خصوصیات کے آئینے میں

سیّد خلیل حسنی ندوی

انسان کی زندگی تین بنیادی ادوار میں منقسم ہے :

تعلق مع اللہ، تعلق مع الاقارب، اور تعلق مع عامۃ الناس

تینوں میں بیلنس اور توازن رکھنا یہ انسان کو منفرد بناتا ہے اور یہ بیلنس مطلوب ہے۔

بہت سے ایسے شب بیدار ہین جن کے آپسی تعلقات بہت کشیدہ ہیں، ایسے بھی ہیں جن کے آپسی تعلقات بہت مضبوط ہیں مگر تعلق مع اللہ کا پہلو انتہائی کمزور ہے۔

ابا کی انفرادی خصوصیت تھی کہ وہ ان تینوں میں زبردست بیلنس رکھتے تھے، عبادات مین خشیت کا یہ عالم تھا کہ خود میرا مشاہدہ ہے کہ تہجد میں اور ہر فرض نماز کی تکبیر تحریمہ میں اس طرح ان پر گریہ طاری ہوتا تھا کہ ہچکی بندھ جاتی تھی، پھر نیت باندھ لیتے تھے، اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا احساس میں نے ایسا اور کسی میں نہیں دیکھا۔

ایک معمول آپ کا سفر پر نکلنے سے پہلے نفل نماز پڑھنے کا تھا میں یہ معمول تب سے دیکھ رہا ہوں، جب سن شعور کو بھی نہیں پہنچا تھا، اس وقت سوچتا تھا کہ یہ کون سی نماز ہے جس کو ابا اتنی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔طبیعت ناساز ہوتی تو تیمّم کر کے نفل نماز ادا کرتے مگر ترک نہیں فرماتے تھے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا معمول تھا مگر پھر بعض اعذار کی وجہ سے اس کو ترک فرما دیا تھا۔

ادھر آخری کچھ سالوں سے ڈاکٹروں نے سختی سے روزہ رکھنے سے روک دیا تھا کیوں کہ ہارٹ کی کچھ مخصوص دوائیں تھیں جن میں ناغہ نقصان دہ ثابت ہوسکتا تھا، مگر روزہ نہ رکھ پانے کا احساس ندامت بہت زیادہ ہوتا تھا، اور فدیہ کی رقم اپنی طرف سے اسی نیت سے دیتے تھے اور کسی غریب کو گھر سے کھانا اسی فدیہ کی نیت سے دینے کو کہہ رکھا تھا جو مسلسل دیا جاتا تھا۔

دوسرا دور آتا ہے صلہ رحمی کا.............

صلہ رحمی میں آپ کی نظیر اس دور میں ملنی مشکل ہے ۔کسی ایسے شہر میں جانا ہوتا جہاں رشتہ دار موجود ہوں، رشتہ داری ان سے قریب کی ہو یا دور کی، ان سے ملنے کا اہتمام کرتے اور اس رشتہ کا اظہار بھی کرتے، کوئی نہ کوئی ہدیہ بھی پیش کرتے ۔

رشتہ داروں سے بہ نیت صلہ رحمی ملاقات کرنے کے لیے سفر کرتے، خاص کر اگر کوئی بیمار ہے، تو عیادت کے لیے سفر کرتے اور اس کے یہاں جاتے، اس کی مزاج پرسی کرتے، بارہا میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی بیمار ہوتا، اور ابا اور اچھے ابا ندوہ میں ہوتے تو مشورہ کرتے اور دن متعین کرتے، اور بہ نیت عیادت تکیہ تشریف لاتے ، یا تکیہ میں ہوتے تو بہ نیت عیادت لکھنؤ تشریف لے جاتے۔ یہ تو چند جھلکیاں ہیں۔

تیسرا دور آتا ہے عامۃ الناس کا.......

ابا کی یہ عادت تھی کہ کوئی بھی آپ سے دعا کی درخواست کرتا تو ایک تو آپ اسی وقت دعائیہ کلمات بول دیتے۔دوسرے اس سے خود درخواست کرتے کہ آپ اپنی دعاؤں میں مجھے بھی یاد

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رکھیے گا اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کیجیے گا۔ یہ میرا شب وروز کا مشاہدہ ہے کہ جب کسی نے دعا کے لیے کہا آپ بھی اس سے دعا کی درخواست کرتے اور تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیتے۔

دوسرا آپ کا نمایاں وصف جو آج کے دور میں عنقا ہے، وہ اس حدیث شریف پر عمل ہے: أن تلق أخاك بوجه طليق

ابا سے ملنے والا ہر ایک اس بات کی گواہی دے گا کہ جب آپ سے وہ ملتا تو آپ کے ہونٹوں پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ ہوتی تھی جو اس کو اسیر کر لیتی تھی، کبھی آپ نے زبان سے نہیں کہا مگر آپ کا عمل بولتا تھا کہ صرف اس حدیث پر عمل کی نیت سے آپ اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا لیتے ہیں، بہت سے ایسے ہوتے تھے جن سے آپ واقف نہیں ہوتے تھے، مگر مسکراہٹ ہونٹوں پر ایسی ہوتی تھی کہ نہ صرف وہ بندہ دھوکے میں آجاتا تھا کہ حضرت مولانا ہم کو پہچانتے ہیں بلکہ جو لوگ موجود ہوتے تھے وہ بھی دھوکے میں آجاتے تھے، مگر اس کے جانے کے بعد آپ جب اپنے اردگرد کے لوگوں سے پوچھتے کہ یہ صاحب کون تھے؟ تب حقیقت کھلتی تھی۔

ہر نبی نے اپنی قوم کو سب سے پہلے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ: أنا لكم ناصح أمين . اباکے پاس لوگ اس طرح مشورہ کے لیے اور نصیحت کے لیے آتے تھے کہ کثرت دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ لوگوں کو آپ کے ناصح امین ہونے کا یقین ہے، اور آپ بھی انتہائی اہمیت سے اس کی پوری بات سنتے، چاہے آپ کسی تکلیف میں ہوں، مگر اس کی بات پوری سنتے اور انتہائی مخلصانہ مشورہ دیتے تھے۔

تیسری خوبی جو آپ کو سب سے منفرد کر دیتی ہے، آپ کے ایک خادم جو تقریبا 13 سال سے سفر حضر میں آپ کے ساتھ ہیں مولوی سحبان بھٹکلی، وہ فرماتے ہیں کہ کبھی حضرت مولانا نے تیز آواز مین بات نہیں کی اور نہ ہی کبھی کہا کہ آپ نے یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا سے اس کا اظہار کر دیا کہ حضرت انسؓ کی گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے، آپ وارث نبی ہیں میں آپ کے ساتھ 13 رسال سے ہوں، کبھی آپ نے مجھ سے نہیں کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔ حضرت مولانا خاموش رہے۔

خدا کے ترازو مین سب سے بھاری عمل اخلاق کریمانہ ہیں

ارشاد نبی ہے: ما من شئى أثقل فى الميزان من حسن الخلق اور بھی احادیث ہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے نزدیک اعلی اخلاق کی کتنی اہمیت ہے، اور کیوں نہ ہو، سب سے مشکل کام بھی یہی ہے۔ اپنوں سے اعلی اخلاق کا مظاہرہ کرنا یا موڈ خوشگوار ہو اس وقت اعلی اخلاق کا مظاہرہ کرنا اتنا مشکل کام نہیں، مگر ہر وقت ہر موقع پر چاہے طبیعت میں کتنا ہی اضمحلال ہو، طبیعت مین کتنی ہی گراوٹ ہو، سامنے والا ان جان بھی ہو، تب بھی اس سے اعلی اخلاق کا مظاہرہ کرنا انتہائی دشوار ترین عمل ہوتا ہے۔ مین نے ابا کو دیکھا ایک بار نہیں بار بار دیکھا، ایسے بھی لوگ ہوتے تھے جو ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور ابا کی طبیعت میں اضمحلال اور گراوٹ ہوتی، آپ عمر کے اس حصہ میں تھے، آپ کے اردگرد کے لوگ ایسے لوگوں سے اپنی طرف سے کہتے کہ ابھی بات کرنا مناسب نہیں، بہت سے مان لیتے، بہت سے اصرار کرتے، وہ جب ملاقات کرتے، تو ابا اس کیفیت میں بھی پوری توجہ سے ان کی گفتگو سنتے اور ان کو وقت دیتے۔ چہرہ پر مسکراہٹ ہوتی تھی، جس سے ملنے والا دھوکے میں آجاتا کہ یہ تو ماشاء اللہ ہشاش بشاش ہیں، جب کہ اس ملاقات کے بعد تھکاوٹ اور بڑھ جاتی تھی۔

تواضع اور فنائیت ایک ایسا وصف ہے جس پر خدا کی طرف سے رفعت کا وعدہ ہے، ابا کی زندگی میں یہ وصف انتہائی نمایاں تھا فرماتے تھے لوگ بہت پریشان ہیں، پریشانیاں الگ الگ ہیں، محض حسن ظن کی وجہ سے آتے ہیں، ورنہ اپنی حقیقت ہم خود جانتے ہیں، بارہا فرماتے تھے لوگ جس پریشانی میں اور جس کیفیت سے مجھ سے دعا کے لیے کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسی وقت ان کی دعا سن

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لیتا ہے، اثرات قبولیت کے ان کو بعد میں دکھائی دیتے ہیں تو ان کو حسن ظن مجھ سے ہوتا ہے، جب کہ دعا خدا نے انہی کی سنی ہے۔

صبر یہ ایک ایسا وصف ہے جس کی تلقین انتہائی آسان ہے مگر عملی طور پر اس کا مظاہرہ انتہائی مشکل ہے۔

ابا کی پوری زندگی صبر کی آئینہ دار ہے، میں صرف چار حادثات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، جنھوں نے خاندان کے ہر ایک فرد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ مولانا عبد اللہ حسنی ندوی جو اَبا کے داماد تھے، ایک لمبا عرصہ بیمار رہے اور پھر اللہ کے حضور حاضر ہوگئے، اس حادثہ کا سب سے زیادہ اثر فطری طور پر ابا پر پڑا ہوگا، مگر پہاڑ جیسا صبر رکھنے والا یہ بندہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر خاموش ہوگیا، جو خود تعزیت اور تسلی دیئے جانے کا سب سے زیادہ حق دار تھا وہ دوسروں کو تسلی دے رہا تھا اور عملی طور پر رضا بالقضاء کا سبق پڑھا رہا تھا۔ دوسرا حادثہ انتہائی محبوب اور چہیتے بھائی کا اچانک چندمنٹ کی بیماری اور پھر انتقال کا سانحہ پیش آتا ہے۔ ابا اپنے عزیز از جاں بھائی کی چند منٹ تکلیف اور پھر انتقال ہوتے دیکھتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ...کہتے ہیں۔ تہجد کا وقت نکل رہا ہوتا ہے، اس لیے فوراً تہجد کی نیت باندھ لیتے ہیں، پھر نماز کے بعد اپنے بھتیجے اور داماد اور اس عزیز از جاں بھائی کے فرزند مولانا جعفر حسنی ندوی کو تسلی دیتے ہیں۔ نیک لوگوں کے لیے اللہ کے وعدوں اور بشارتوں کا تذکرہ کرکے غم کو صبر سے بدلنے کا کام کرتے ہیں۔

تیسرا حادثہ مولانا حمزہ صاحب ندوی جو نہ صرف داماد تھے بلکہ ندوہ کے معاملات میں آپ کے معاون اور دست وبازو تھے، ان کا حادثہ وفات ندوہ میں ہوتا ہے، ان کے فرزند مولوی رشید اور سعید جو وہیں موجود تھے، انتہائی گریہ کے ساتھ ابا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، ہر ایک کی آنکھ اشک بار ہے، لیکن قربان جائیے ابا کے صبر پر، ان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں، کہتے ہیں: حمزہ اللہ کی امانت تھے، اس نے واپس لے لی، ان کو تسلی دیتے ہیں، صبر کا حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔ سوچئے کہ تسلی کون دے رہا ہے، صبر کا حوصلہ کون پیدا کررہا ہے، وہ جو خود سب سے زیادہ متاثر ہے، ان کا دل کتنا تڑپا ہوگا، مگر ایمان کی مضبوطی نے نہ صرف ان کے اندر صبر پیدا کیا بلکہ انہوں نے دوسروں کے اندر صبر کا حوصلہ پیدا کردیا۔

انتہائی چہیتی بھانجی اور مولانا حمزہ صاحب کی بہن دنیا سے رخصت ہوگئیں، ان کے فرزند اور ہر سفر وحضر میں آپ کے شریک مولانا محمود حسنی ندوی ایک طویل بیماری کے بعد دنیا سے رخصت ہوگئے، یہ دونوں حادثات بھی آپ کے سامنے پیش آئے، مگر زبان پر ایک بھی حرف شکوہ نہیں، لبوں پر انا للہ وانا الیہ راجعون... ان کے متعلقین کو دلاسا دیتے ہیں، صبر کی نہ صرف تلقین کرتے ہیں، بلکہ صبر کا عملی مظاہرہ پیش کرتے یہاں بھی نظر آتے ہیں۔

کہاں سے لائے ایسا صبر۔ یقیناً یہ محض اللہ کے فضل سے ممکن ہوسکا، کیونکہ خدا کو آپ کو بے حساب نوازنا تھا۔

جس طرح حادثات پر صبر کرنا مصائب ومشکلات پر صبر کرنا انتہائی مشکل کام ہے، اسی طرح اس میں شکر کا پہلو نکال لینا اور مشکل کام ہے۔ مگر ابا کی خاصیت تھی کہ نعمتوں پر تو ہر لمحہ شکر کرتے ہی تھے، گھر والوں کو بیٹھا کر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے اس نے عزت دی، کسی کا محتاج نہیں بنایا، جتنا بھی اس کا شکر ادا کریں کم ہے۔ فرماتے تھے ایک وقت تھا جب انتہائی تنگی تھی، میرا بچپن بہت تنگی سے گزرا، پھر بحیثیت مدرس میرا تقرر ہوگیا۔ شکر کی اہمیت اور فضلیت پر گفتگو کرتے اور خاندان والوں کو ہر لمحہ خدا کا شکر ادا کرنے پر آمادہ کرتے۔

تحمّل و برداشت

یہ انتہائی دشوار ترین کام ہیں، میں اس موقع پر صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ ابا کی ہارٹ کی دوائیں تھیں، جن کو صبح ناشتہ کے معاً بعد کھانا ہوتا تھا، ابا جب تکیہ میں ہوتے، تو صبح گھر تشریف لے آتے تھے، اور جو ابا کے ساتھ بحیثیت خادم کے ہوتے تھے، وہ دوا ہم میں سے کسی کو دے دیتے تھے، بارہا ایسا ہوا کہ میں دوا دینا بھول گیا اور دوپہر کو یاد آیا، اسی وقت دوا دی، مگر کبھی چہرہ پر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شکن نہیں آئی، یہاں تک کہ خود دوا کے لیے یاد نہیں دلاتے تھے۔

دوسرے رمضان میں عام طور پر فجر بعد سب سو جاتے ہیں، ابا نو بجے جاگ جاتے تھے اور گھر آنے کا داعیہ پیدا ہوتا تھا، تنہا چلنے میں دشواری تھی، اور گھر والوں کے سونے کی وجہ سے بعض اوقات تھوڑی دیر دھوپ میں رکنا پڑ جاتا تھا، مگر کبھی اس کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی گھر والوں سے کبھی شکوہ کیا۔

استغناء

استغناء کا درس دینا آسان ہے، لیکن استغنا برتنا نسبۃً مشکل کام ہے۔ ابا میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

ایک صاحب حیثیت شخص جو بطور ہدیہ ابا کو کچھ رقم پیش کرتے تھے اور اصرار کر کے قبول کر لینے پر آمادہ کر لیتے تھے، ایک بار میرے سامنے ایک صاحب سے جو ابا کے بہت قریب تھے ان سے فرمایا، وہ صاحب باصرار مجھے دے دیتے ہیں، اگر چہ میں ایک پیسہ بھی اپنے اوپر یا اپنے خاندان پر خرچ نہیں کرتا ہوں، ندوہ کو دے دیتا ہوں مگر پھر بھی قبول کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

جو بھی ہدایا آپ کے پاس آتے تھے آپ اس کو ملنے آنے والوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، گھر بھجوانا بالکل پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ ایک بار کہیں سے سیب آئے، مصباح بھائی نے میرے سامنے عرض کیا، گھر چلے جائیں گے، ابا نے فرمایا نہیں اس کو فلاں صاحب کے ہاں بھجوا دو۔

بعض ڈاکٹر جن سے آپ کا معالجہ کا رابطہ تھا، ان کو مسلسل کچھ نہ کچھ بھجواتے رہتے تھے، اور ان کا احسان الگ مانتے تھے۔

ایک بار میں نے ایک صاحب کو کچھ دینے کے لیے کہا، لیکن اس وقت دینے کے لیے کوئی مناسب چیز نہیں تھی، تو فرمایا اللہ کا شکر ہے جو آتا ہے کوشش کرتا ہوں اسی وقت تقسیم کر دوں۔

تقسیم میں انصاف

آپ کے سات نواسے تھے، آپ جب بھی ہم لوگوں کو کچھ دیتے، تو اس بات کا اہتمام ضرور کرتے کہ کوئی رہ نہ جائے۔ عام طور پر آپ ہم سب کو قلم دیتے تھے۔ سات قلم دیتے تھے کہ ایک ایک تم ساتوں لے لینا۔ ایک بار ہم میں سے ایک نے جس کا نام لینا مناسب نہیں، آپ سے ایک صدری کا کپڑا جو اسی وقت کسی نے دیا تھا مانگ لیا، آپ نے اس سے پوچھا باقی جتنے ہیں ان کے پاس صدری کا کپڑا ہے، اس نے کہا معلوم نہیں، تو فرمایا پھر رہنے دو، کیوں کہ یہ ایک ہی ہے اور بقیہ کو دیا نہیں جا سکتا۔ ہمیشہ آپ نے اپنے نواسوں کو کچھ دینے میں برابری کا اہتمام کیا۔

احتیاط اور تقوی

آپ کی پوری زندگی ان دونوں صفات حمیدہ سے عبارت تھی، آپ نے اپنی پوری زندگی ندوہ کے لیے وقف کر دی تھی، دونوں ٹائم گھر سے آپ کا کھانا جاتا تھا اور ناشتہ مہتمم صاحب اپنے ہاں سے بھیجتے تھے، ہم لوگ جب ندوہ میں ہوتے تھے تو آپ تاکید کرتے تھے کہ کھانا گھر کا کھانا، گرچہ مہمانوں کے لیے مہمان خانے میں ندوہ کے مطبخ سے جو کھانا آتا تھا، اس کا پورا بل ابا ادا کرتے تھے۔

میں جب ندوہ میں زیر تعلیم تھا، اس وقت اچھے ابا یعنی حضرت مولانا واضح صاحب ندوی رحمہ اللہ علیہ، بھائی صاحب محمود اور سحبان یعنی چار افراد تھے، جن کا کھانا گھر سے جاتا تھا، تو اس وقت چھٹی ہونے پر ابا سے ملنے مہمان خانے جاتے اور دستر خوان پر کھانا لگ رہا ہوتا تو کھانے کے لیے ابا نہیں روکتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ میں ناشتہ کر کے نہیں گیا تھا اور ناشتہ کا تقاضہ تھا، ابا یعنی مولانا واضح صاحب ندوی کے دفتر معتمد تعلیمات آفس میں میں نے جا کر وہاں کے ملازم سے اخلاقی طور پر کچھ پیسے دے کر ناشتہ منگوالیا، مولانا واضح صاحب ابھی دفتر نہیں آئے تھے، اسی دوران اتفاقا ابا تشریف لے آئے، مجھے ناشتہ کرتے دیکھ کر اس وقت کچھ نہیں بولے، بعد میں کہا تمہارے لیے دفتر میں ناشتہ منگوا کر کرنا درست نہیں ہے، آئندہ احتیاط کرنا۔

مولانا حمزہ حسنی ندوی نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے ساتھ میرا سفر ہوا، قطر اور دبئ کا حضرت مولانا رابع صاحب بھی ساتھ تھے، عرب علماء نے ہم تینوں کو ہدایا دیئے، جب واپسی ہوئی، تو حضرت مولانا رابع صاحب نے مجھ سے کہا، ہماری اور تمہاری ذاتی حیثیت کی وجہ سے یہ تحفے نہیں ملے ہیں، ماموں جان یعنی مفکر اسلام کی وجہ سے ملے ہیں، اس لیے ماموں جان کو دو حصے ملنے چاہئیں، اور ایک میں آدھا آدھا ہم اور تم تقسیم کرلیں گے۔

بنگلور کے ایک صاحب حیثیت مسلسل ابا کو ایک کار ہدیہ میں دینے پر اصرار کررہے تھے، ابا انکار کررہے تھے، ایک بار جب ابا تکیہ میں تھے، وہ رائے بریلی آئے، کار بک کرکے ابا کے پاس آئے، اور کہا اب میں نے کار بک کردی ہے، آپ کو لینا ہی ہوگا اور ڈرائیور کی تنخواہ میرے ذمہ ہوگی۔ ابا نے کہا میں ابھی بھی کہتا ہوں، دینا ہی چاہتے ہیں تو ندوہ کو دے دیجیے۔ بالآخر انہوں نے وہ کار ندوہ کو دے دی اور ڈرائیور کی تنخواہ کی شرط ہٹالی۔

دل رکھنا

کم حیثیت یا غربا خلوص دل سے کچھ پیش کرتے تھے، تو ابا بہت خوش دلی سے لے لیتے، اور فرماتے اس کو حفاظت سے رکھ دو اس کو میں استعمال کروں گا۔

مزاج میں نرمی

ارشاد نبوی ہے: إن الله يحب الرفق ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف

میں اگر قسمیہ کہوں تو حانث نہیں کہوں گا کہ میں نے آج تک ابا کو کبھی غصہ میں نہیں دیکھا، سوائے ایک دو موقعوں پر۔ ایک واقعہ ڈنمارک پر اور ایک بار ایک صاحب نے کہا میں پائلٹ بن سکتا تھا مگر میں نے دینی تعلیم کو حاصل کیا، مگر مجھے ملا کیا۔ اس پر ابا کا غصہ میں نے دیکھا کہ ان سے کہا اگر آپ نے دنیا کے حصول کے لیے دین کو حاصل کیا تھا تو بہت بہتر تھا کہ آپ پائلٹ ہی بن جاتے۔ ہاں میں نے آپ میں ایک بے چینی دیکھی خاص کر مسلمانوں کی دین سے دوری پر بے چینی اور کرب۔ فرماتے تھے ہم شکوہ کرتے ہیں، جب کہ ہمارے اعمال اس سے بھی برے نتائج کا ذریعہ بن سکتے تھے، اللہ کا فضل ہے۔ جزیرۃ العرب کے حالات پر انتہائی کڑھتے تھے ہر وقت بے چین رہتے تھے سفارت خانے کو خط بھیج کر متوجہ کرتے تھے، اپنی بساط بھر کوشش کرتے تھے

نیت کا استحضار

ہر کام نیت سے کرتے تھے، قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے، یہاں تک کہ جب ضعف اور نقاہت انتہا درجہ پر پہنچ گئی تھی، تب بھی آپ ایک بکرا اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے، ہم میں سے کسی ایک کو آپ کو سہارا دینا پڑتا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے قربانی کرتے تھے ابا اسی نیت اور جذبہ سے یہ کام کرتے تھے۔

زبان کی حفاظت

ارشاد نبوی ہے تم دو چیزوں کی ضمانت لے لو میں تمہاری جنت کی ضمانت لے لوں گا زبان اور شرم گاہ۔ سب سے مشکل کام ہے زبان کی حفاظت۔ میں نے ابا کو زبان کی حفاظت کرتے ہوئے دیکھا ہے، آپ کو کبھی کسی کی غیبت کرتے یا منفی تبصرہ کرتے نہیں دیکھا، والد صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک بار آپ کے دانت میں تکلیف تھی، آپ ڈاکٹر کو دکھانے گئے، راہ میں ایک ایسے صاحب کا گھر تھا جو آپ پر منفی تبصرہ کرتے رہتے تھے، واپسی میں ابا ان کے گھر بطور ملاقات چلے گئے، جب ان سے مل کر ابا واپس ہوئے، تو انہوں نے اپنی فطرت سے مجبور ہوکر نامناسب تبصرہ پھر کردیا۔ والد صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو والد صاحب ابا کے پاس گئے اور کہا آپ وہاں کیوں گئے تھے، اور غصہ میں والد صاحب کا لہجہ تھوڑا سخت ہوگیا۔ ابا بولے جعفر تم کو اپنی زبان کا حساب دینا ہے، ان کو اپنی زبان کا حساب دینا ہے، والد صاحب فرماتے ہیں یہ ایسا سبق تھا جو آج تک یاد ہے۔

☆ ☆ ☆

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کشادہ پیشانی چہرہ نورانی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

کا ایک قلمی خاکہ

جناب سہیل انجم صاحب

ندوۃ العلما لکھنؤ کے ناظم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا 13 اپریل کو انتقال پرملال ہو گیا۔ خاکسار نے انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز کی فرمائش پر کئی سال قبل حضرت مولانا کا قلمی خاکہ لکھا تھا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

کشادہ پیشانی، چہرہ نورانی۔ آنکھوں میں ذہانت کی چمک، گفتگو میں علمیت کی مہک۔ چال ڈھال میں وقار، مردِ مومن کا کردار۔ شیریں مقال و شیریں گفتار، امت مسلمہ کا اعتبار۔ خانوادہ علی میاں کے چشم و چراغ، صورت و سیرت میں بے داغ۔ پیکرِ حلم و مروت، صاحبِ مہر و محبت، سراپا شفقت و شرافت۔ جانشینِ رومی و رازی، میدانِ فکر و فلسفہ کے اسپِ تازی۔ بڑی خاموش طبیعت پائی ہے، بسیار گوئی یوں بھی باعثِ رسوائی ہے۔ بہت کم لب کھولتے ہیں، بولنے سے پہلے تولتے ہیں، بولتے ہیں تو کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی جان ہیں، قصرِ قوانینِ عائلی کے نگہبان ہیں۔ ندوۃ العلما کے سربراہ ہیں، صاحبِ عز و جاہ ہیں۔ عالمی رابطہ ادبِ اسلامی کے صدر نائب ہیں، اپنی رائے میں بڑے صائب ہیں۔ تعارفِ صاحبِ اعزاز بہ زبانِ فدوی ہے۔ آپ کا نام مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ہے۔

☆ ☆ ☆

رائے بریلی میں سید رشید احمد حسنی کے گھر پیدا ہوئے، 1929 کی نیک ساعتوں میں ہویدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم رائے بریلی میں پائی، پھر ندوۃ العلما کی راہ اپنائی۔ دستارِ فضیلت سے سرافراز ہوئے، اہل خاندان کے لیے وجہِ امتیاز ہوئے۔ وہ آزادی کے بعد کا سال تھا، فسادات کے غم سے ہر شخص نڈھال تھا۔ ملتِ اسلامیہ زخم خوردہ تھی، روحِ مسلمانانِ ہند افسردہ تھی، انسانیت اپنے آپ سے بھی شرمندہ تھی۔ ایسے خوں چکاں حالات میں، کشمکش موت و حیات میں، آپ نے زخموں پر علم کا مرہم رکھنے کا فیصلہ کیا، 1949 میں ندوہ میں درس و تدریس کا سلسلہ کیا۔ شعبہ عربی ادب میں استاد ہوئے، حلقہ اساتذہ میں شاد باد ہوئے، مگر طلب علم کی پیاس کہیں بجھتی ہے، شدتِ ذوق و شوق و جستجو ہو تو اور بھڑکتی ہے۔ لہٰذا مزید علمی استفادے کے لیے 1950 میں حجاز روانہ ہوئے، حقیقت کی تلاش میں بہ راہِ مجاز روانہ ہوئے۔ وہاں متعدد علمی شخصیات سے استفادہ کیا، لائبریریوں کو فتح پا پیادہ کیا۔ ایک سال کے بعد مادرِ علمی نے واپس بلایا، پھر تدریس کے منصب پر بٹھایا۔ 1952 میں پروفیسر اسسٹنٹ ہوئے، گویا ندوہ کے لیے سینٹ پرسینٹ ہوئے۔ شعبہ عربی کی کرسی صدارت آپ کے حصے میں آئی، جس نے آپ کی ذات سے مزید عزت پائی۔ خود کو مادرِ علمی کے لیے وقف کر دیا، گوشے گوشے کو اپنے علم کی روشنی سے بھر دیا۔ محنت و مشقت اور امانت و دیانت کا انعام ملا، ندوہ کا منصبِ اہتمام ملا۔ نظامت میں نیابت مستزاد ہوئی، پھر تو ہر رنجیدہ طبیعت شاد ہوئی۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی کی رحلت سے ہر فرد کو ملال تھا، ان کے جیسا کون صاحبِ کمال تھا؟ مگر انھی کی تربیت رنگ لائی، ان کی رحلت کے بعد نظامت بھی حصے میں آئی۔ آپ کی مساعی نے ہر تاریک گوشے میں اجالا کیا، اس عہدہ جلیلہ کی شان کو دوبالا کیا۔ قاضی القضاۃ مولانا مجاہد الاسلام

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قاسمی کو بھی آپ پر بھرپور اعتماد تھا، ان کا دل آپ کی محبت سے آباد تھا۔ ان کے بعد مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر رہوئے، پہلے ہلال تھے اب بدر ہوئے، پہلے کے مقابلے کہیں زیادہ قابل قدر رہوئے۔

☆ ☆ ☆

ہندو بیرونِ ہند کی متعدد تنظیموں میں شامل ہیں۔ اہلِ عالم آپ کی علمیت کے قائل ہیں۔ مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام نے اپنا صدر بنایا۔ مجلسِ صحافت ونشریات نے اعلی عہدے پر بٹھایا۔ دینی تعلیمی کونسل بھی کہاں پیچھے رہتی، اس نے بھی اپنی کرسی پیش کر دی۔ رابطہ عالمِ اسلامی کے رکنِ تاسیسی ہیں۔ آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ کے ٹرسٹی ہیں۔ صدرِ دارِعرفات ہیں، شجرِعلم پر ڈال ڈال نہیں پات پات ہیں، گویا آپ کے کمالات شش جہات ہیں۔ قومی و بین الاقوامی انجمنوں سے آپ کی وابستگی کہاں تک بتائیں۔ دو چار سلسلے ہوں تو گنائیں۔

☆ ☆ ☆

صحافت کے بھی آپ مردِ میدان ہیں، مملکتِ لوح وقلم میں بھی آپ ذی شان ہیں۔ عربی مجلّہ ''الرائد'' کے بانی ہیں۔ پندرہ روزہ تعمیر حیات کے سرپرستِ لاثانی ہیں۔ ایک انگریزی مجلّہ The Fragrance of East بھی آپ سے فیضیاب ہے۔ ہندی ماہنامہ ''سچا راہی'' بھی ہم رکاب ہے۔ ماہنامہ معارف کی مجلس ادارت کے رکنِ رکین ہیں، سابق ارکانِ ادارت کے حقیقی جانشین ہیں۔ تصنیف و تالیف کے فن میں یکتائے روزگار ہیں، کتنے ہی شہنشاہِ قلم وقرطاس آپ کی اس خوبی پر نثار ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ عربی کتابیں اکیس ہیں۔ گویا دوسرے مصنفین آپ کے سامنے انیس ہیں۔ عربی ادب وثقافت میں اختصاص ہے۔ فکرِ اسلامی آپ کا موضوع خاص ہے۔

☆ ☆ ☆

آپ کی اردو تصانیف بھی کم نہیں، کون سی کتاب ہے جو علم و معرفت کے معاملے میں جام جم نہیں۔ ''جزیرۃ العرب کے جغرافیہ'' پر نظر ہے، غزل ردیف اور قافیہ پر نظر ہے۔ ''حج و مقاماتِ حج'' پر روشنی ڈالی۔ ''مقاماتِ مقدسہ'' کی تاریخ کھنگالی۔ انسانی زندگی کے لیے اسلامی شریعت کی ضرورت بتائی، ''امت اسلامیہ اور اس کی ثقافت'' بتائی۔ ''دو مہینے امریکہ میں'' سکونت کی۔ ''سمرقند و بخارا کی بازیافت'' کی۔ ''دین وادب'' کا باہمی رشتہ بتایا۔ مسلمانوں کو تعلیم کی اہمیت کا پاٹھ پڑھایا۔ انھیں بتایا کہ ''امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت'' ہے۔ ''سماج کی تعلیم وتربیت'' کی بڑی اہمیت ہے۔ ''غبارِ کارواں'' اور ''حالاتِ حاضرہ'' پر بھی نظر ہے اور علمِ ''نقوشِ سیرت'' بھی مستحضر ہے۔ ''عالم اسلام اور سامراجی نظام'' کا تقابل کیا، آدھا ادھورا نہیں بلکہ کل کا کل کیا۔ کردارِ ''رہبر انسانیت'' پر اردو ہندی اور انگریزی میں روشنی ڈالی، سیرت محمدی کے انسانیت نواز نمونوں پر کھل کر گفتگو کی، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عہد ساز شخصیت'' کھنگالی۔ ''عصرِ جدید میں فقہ اسلامی'' کے رازداں ہیں۔ ''مسلم پرسنل لا بورڈ کے مزاج داں'' ہیں۔

☆ ☆ ☆

مختلف ممالک کے سفر ہوئے۔ ایسے سفر جو وسیلہ ظفر ہوئے، ہوں ممالکِ اسلامیہ عربیہ یا بلادِ یوروپ وریاست ہائے امریکہ۔ سب آپ کے دیکھے بھالے ہیں۔ ہر جگہ آپ کے چاہنے والے ہیں۔ قومی و بین الاقوامی علمی سمیناروں کے آپ معزز مقالہ نگار ہیں۔ اخبارات ورسائل کے قلم کاروں کے قافلہ سالار رہیں۔

عربی زبان و ادب کی خدمات کے اعتراف میں صدر جمہوریہ نے 1982 میں ایوارڈ سے نوازا۔ انڈین کونسل اتر پردیش نے بھی عزت افزائی کا ڈول ڈالا۔ رضا لائبریری رام پور نے بھی اعترافِ خدمات کیا۔ انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نے بھی اس میں اضافہ کیا۔ آپ کو مبارک ہو ''ایوارڈ شاہ ولی اللہ'' ہم سب بھی بہت خوش ہیں واللہ۔

☆ ☆ ☆

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ

عبدالماجد نظامی ندوی

بیسویں صدی کے بالکل آخری دن یعنی 31 دسمبر 1999 کو جب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت مسلم دنیا میں غم اور سوگ کا ماحول چھا گیا تھا، اور یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ شاید ان کا بدل مل پانا ممکن نہیں ہوگا۔ اس گمان میں گرچہ پوری سچائی اور حقیقت پسندی پائی جاتی تھی اور یقیناً مولانا علی میاںؒ کا نعم البدل آج تک اس ملک کو نہیں مل سکا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اتنی ہمہ جہت شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے جنہیں دینی و دنیوی علوم پر یکساں دسترس حاصل ہو اور جن کی ایمانی غیرت و حمیت اس قدر بلند ہو کہ دنیا کے شہنشاہوں کے سامنے بھی اپنی ایمانی جرأت کا اظہار کرنے سے ایک لمحہ کے لیے نہ ہچکچاتے ہوں۔ جن کی مومنانہ فراست کا عالم یہ ہو کہ وہ حالات کے رُخ کو پرکھنے اور اس کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے کا ہنر رکھتے ہوں۔ جیسا کہ مولانا علی میاںؒ نے اپنی زندگی میں کیا، انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں اور اس ملک کے عوام کو جن خطرات سے آگاہ کیا تھا، وہ آج حقیقت بن کر مسلمانان ہند کے ہوش اڑا رہے ہیں، کیونکہ ان کی پیش گوئیوں پر توجہ نہیں دی گئی تھی۔ البتہ مولانا علی میاںؒ نے اپنی زندگی میں اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا خاص التزام فرمایا تھا کہ مسلم نوجوانوں کی ایک ایسی نسل تیار کردی جائے جو ان کی عدم موجودگی میں ملک وملت کی رہنمائی کا فریضہ بخوبی انجام دے سکے۔

حضرت مولانا رابع حسنی ندویؒ ایسے نوجوانوں کے سرخیل کے طور پر ابھرے اور چونکہ ان کی دینی، فکری اور علمی وادبی تربیت ان کے باکمال ماموں جان حکیم عبدالعلیؒ اور مولانا علی میاںؒ کی رہنمائی میں تکمیل پائی تھی، اس لیے ان میں وہی ولی اللٰہی دینی جوش، فکری صلابت اور علمی بلندی پائی جاتی تھی جو ان کے خاندان کا تمغہ امتیاز بن چکا ہے۔

مولانا رابع حسنی ندویؒ نے ندوہ جیسے عالمی اسلامی ادارہ کی قیادت کی ذمہ داری ایسے وقت میں سنبھالی تھی، جب صرف ملکی سطح پر ہی نہیں بلکہ عالمی پیمانہ پر اسلام اور مسلمانوں کو کٹہرہ میں کھڑا کیا جا رہا تھا اور امریکہ پر نائن الیون حملہ کی وجہ سے اسلاموفوبیا کا جو طوفان مغرب کی اسلام دشمنی کے نتیجہ میں اٹھ چکا تھا، اس کی زد میں اسلامی مدارس کو خاص طور سے نشانہ بنایا گیا تھا، خود ہندوستان میں تشدد پسند ہندوتو کی سیاست حکومت و اقتدار پر قابض تھی اور مدارس اسلامیہ ہند پر بے جا طور پر یہ الزام عائد کیا جاتا تھا کہ یہ مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں اور انہیں بند ہونا چاہیے۔ ایسے مشکل ترین تاریخی مرحلہ میں مولانا نے مدارس اسلامیہ سے وابستہ افراد اور تنظیموں میں یہ حوصلہ پیدا کیا کہ وہ جرأت مندی کے ساتھ اس منفی پروپیگنڈہ کا نہ صرف مقابلہ کریں بلکہ پوری قوت کے ساتھ یہ پیغام سماج اور معاشرہ میں پھیلائیں کہ اسلام پر دہشت گردی کا الزام صرف نام نہاد تنگ نظر مغربی مفکرین اور ان کے حاشیہ بردار ہندوستانی دانشوروں کی ذہن کی اُپج ہے، جو اسلام سے ناواقفیت بلکہ دانستہ عداوت پر مبنی ہے۔ مولانا نے اس مقصد کی خاطر عملی کوشش یہ کی کہ مدارس اسلامیہ پر عوام کا اعتماد بحال کیا جائے اور خود علماء کے اندر یہ شعور بیدار کیا جائے کہ وہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پروپیگنڈوں سے متاثر ہوکر مدارس سے وابستگی میں خوف و عار محسوس نہ کریں بلکہ پہلے سے زیادہ قوت اور خود اعتمادی کے ساتھ مدارس کی اہمیت وافادیت کو ملک میں ثابت کریں۔ اس کے لیے خود ندوۃ العلماء میں بڑے پیمانہ پر توسیع کا کام کیا گیا، طلبا کے لیے نئے ہاسٹلوں کی تعمیر عمل میں آئی، ندوہ کی شاندار مسجد کی توسیع ہوئی اور ندوہ سے ملحق اداروں اور مدارس میں بھی اس کام کو خوب ترقی ملی۔ اس انتھک کوشش اور بے لچک قیادت کا اثر یہ ہوا کہ اسلاموفوبیا کا سیلاب ہندوستانی مدارس کو بہا نہ سکا، بلکہ پہلے سے زیادہ بڑی تعداد میں ہندوستانی مسلمانوں نے اپنے جگر گوشوں کو چمکتی دمکتی ماڈرن کلاسوں کے بجائے مدارس کی سادہ بوریوں پر بیٹھنے اور اسلام سے اپنا گہرا علمی وفکری ربط پیدا کرنے کے لیے بھیجنا شروع کردیا۔

اس کے علاوہ دوسرا چیلنج ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے یہ تھا کہ ان کے پرسنل لاء کو کیسے مضبوط قیادت فراہم کرائی جائے۔ چونکہ مولانا رابع صاحب سے قبل مولانا مجاہد الاسلام قاسمی بورڈ کی صدارت فرما رہے تھے جو اپنی فقہی بصیرت میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ اس حساس عہدہ کے لیے بھی جب ایسی شخصیت کی تلاش شروع ہوئی جو تمام پہلوؤں سے اس کی کمر توڑ ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی اہل ہو تو متفقہ طور پر تمام ممبران کی نظر مولانا رابع حسنی ندویؒ پر ہی جم گئی اور ان کی شخصیت سے ایسا لگاؤ اور اعتماد محسوس کیا گیا کہ اتفاق رائے سے 2002 کے حیدرآباد اجلاس میں آپ کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ اس میں ان کی علمی بلندی، فکری پختگی اور دینی غیرت کے علاوہ امت کے مسائل کے تئیں ان کی مسلسل بے چینی اور ان کا حل تلاش کرنے کی لگن جیسے اوصاف شامل تھے۔ ندوہ کی نظامت کے ساتھ ساتھ مسلم پرسنل لاء بورڈ کی قیادت بھی آپ نے عمر کے آخری لمحہ تک فرمائی۔ گرچہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کو بابری مسجد تنازع پر سپریم کورٹ کے فیصلہ اور طلاق ثلاثہ معاملوں پر تنقیدوں کا سامنا بھی کرنا پڑا، لیکن حالات پر گہرائی سے نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ایسے مشکل دور میں اس سے بہتر قیادت کی امید نہیں کی جاسکتی تھی، جس میں مولانا کی دل پذیر شخصیت کو بڑا دخل تھا۔

اس کے علاوہ آپ نے آکسفورڈ سے لے کر ہندوستان کے بے شمار تصنیفی وتحقیقی اداروں کی رہنمائی اور سرپرستی فرمائی اور انہیں وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے لٹریچر کی فراہمی کی طرف راغب کیا، جس میں وہ پورے طور پر کامیاب ہوئے۔ خود ان کا اپنا سیّال قلم اس روانی سے چلتا رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی مشغولیات کے باوجود کوئی شخص اتنی وقیع تصنیفات اتنی بڑی تعداد میں کیسے لکھ سکتا ہے، لیکن چونکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی نظم وضبط کے ساتھ گزاری تھی اور علم وادب سے اپنا گہرا رشتہ قائم کیا تھا، اس لیے علمی مقالات وتصنیفات منظر عام پر لانا ان کی طبیعت کا خاصہ بن چکا تھا۔ وہ ایک کامیاب مصنف وادیب اور صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب معلم تھے، جنھوں نے اپنے طلبا کی ایک بڑی کھیپ تیار کردی ہے، جو ان کے بعد بھی ان کے کاموں کو آگے بڑھاتے رہیں گے اور اسلام کے چراغ کو ہر آندھی میں بجھنے سے بچانے کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ ان کی کتابیں جو جغرافیہ عرب، عربی ادب وتاریخ، سیرت وسوانح اور قرآن وسنت تمام موضوعات پر موجود ہیں، آئندہ نسلوں کی رہنمائی کا کام انجام دیں گی۔ لیکن اس کے باوجود ہندوستان کے مسلمان اور ان کے ادارے مولانا رابع حسنی ندویؒ کی موت سے پیدا ہونے والے خلا کو ہمیشہ محسوس کریں گے۔

اب یہ ذمہ داری ان کے بعد کی نسل کی ہے کہ وہ ان کے کام کو حسن وخوبی انجام دے، اور ندوہ ومسلم پرسنل لاء بورڈ کی قیادت کے لیے ایسی شخصیتوں کا انتخاب کرے جو اس مشکل دور میں امت کو صحیح سمت میں لے جانے کی اہلیت رکھتی ہوں۔ ان کی موت سے ایک شاندار عہد کا خاتمہ ضرور ہوا ہے لیکن یہ امت بانجھ نہیں ہے اور اس کی پوری امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ پاک ان کا نعم البدل امت کو فراہم کرے گا۔ (بہ شکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا)

☆ ☆

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللھی

یکساں سول کوڈ کے بارے میں امارت شرعیہ کی بیداری مہم

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم مولانا سہیل احمد ندوی نے اپنے بیان میں یکساں سول کوڈ کے بارے میں لاکمیشن کے نوٹیفکیشن کے بارے میں اپنے ردّعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لاکمیشن آف انڈیا نے 14 جون 2023ء کو اپنے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ عوام سے اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے یکساں سول کوڈ کے تعلق سے رائے طلب کی ہے، رائے دہی کے لئے تیس دنوں کا وقت دیا ہے، 14 جولائی کو متعینہ تاریخ ختم ہو جائے گی۔ لاکمیشن کا یہ اقدام بالکل غیر ضروری اور سبھی مذاہب اور طبقات کے لیے پریشان کن ہے، اور اس سے ملک میں افتراق اور انتشار کی کیفیت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی آراء یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت میں وہاں پہنچیں اور لوگ یکساں سول کوڈ کے خلاف بڑھ چڑھ کر اپنا اعتراض درج کرائیں، انہوں نے ائمہ کرام سے اپیل کی کہ جمعہ کے خطاب میں اس موضوع کو شامل فرمائیں اور امت میں بیداری لانے کی کوشش کریں۔ امارت شرعیہ کی جانب سے اس کام کے لیے جو ڈرافٹ تیار کیا گیا ہے، جمعہ میں اس کو پڑھ کر سنادیں اور اپنی تقریر میں لوگوں کو اس کام کے لیے آمادہ کریں کہ وہ فوری طور پر ای میل لاکمیشن کو بھیجیں تا کہ یہ کام بڑے پیمانے پر انجام پا سکے، انہوں نے کہا کہ لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہے کہ یکساں سول کوڈ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام مذاہب اور طبقات کے لوگوں کے لئے نقصان دہ اور ان کی آزادی اور پرسنل لاء پر حملہ ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں انگریزی پر پابندی کے بارے میں ادارہ کے ذمہ داران کی وضاحت

سوشل میڈیا پر اس طرح کی خبریں عام ہونے کے بعد کہ دارالعلوم دیوبند نے انگریزی پڑھانے پر پابندی عائد کردی ہے، یوپی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین اشفاق سیفی نے از خود نوٹس لیتے ہوئے ضلع مجسٹریٹ سے جانچ کرا کے رپورٹ پیش کرنے اور دارالعلوم دیوبند کو بھی اپنا موقف واضح کرنے کے لئے کہا تھا، اس معاملے کی بدھ ۲۱/جون کو سماعت ہوئی جس میں حقائق واضح ہو گئے۔ دارالعلوم دیوبند میں پہنچے ڈپٹی کلکٹر کو شعبہ انگریزی کے نگراں مولانا توقیر احمد قاسمی نے ادارہ کا معائنہ کراتے ہوئے مکمل تفصیلات سے آگاہ کرایا، جس کے بعد ضلع مجسٹریٹ سطح پر تفصیلی رپورٹ تیار کی گئی جسے اقلیتی کمیشن کے سامنے پیش کیا گیا۔ ضلع مجسٹریٹ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ معاملے کی جانچ ڈپٹی کلکٹر دیوبند نے کی۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی جانب سے دارالعلوم دیوبند میں انگریزی پر پابندی لگانے سے متعلق کوئی نوٹس جاری نہیں کیا گیا ہے۔ ضلع مجسٹریٹ سہارنپور کی سطح سے کرائی گئی جانچ میں واضح ہو گیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں نہ صرف انگریزی زبان پڑھائی جاتی ہے بلکہ اس کا اپنا شعبہ ہے۔ اس کے علاوہ ہندی ریاضی، کمپیوٹر کی تعلیم ابتدائی درجات میں فراہم کی جاتی ہے۔ یہ جانچ رپورٹ ضلع مجسٹریٹ کی جانب سے نائب تحصیل دار دیوبند نے بدھ کو یوپی اقلیتی کمیشن میں ہوئی سماعت کے دوران پیش کی۔ ضلع مجسٹریٹ کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ دارالعلوم دیوبند میں ایک انگریزی کا شعبہ ہے۔ دارالعلوم کے پرائمری درجات میں طلباء کو دیگر مضامین کے ساتھ ہندی، انگریزی، ریاضی اور تکنیکی کمپیوٹر کی تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ ۵

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قریب آؤ تو شاید سمجھ سکو مجھ کو

آخری صفحہ

ضمانت کے بعد بانڈ لگنے اوراس کے ویری فلیکشن میں طویل وقت لگا، بزرگوں اور مخلصین کی دعاؤں نے رنگ دکھایا، تو جیل سے رہائی ہونے لگی، جیل کے احاطے خصوصا ہماری بیرک میں بڑا خوشی کا ماحول تھا، اکثر ساتھ میں رہے قیدیوں نے امید سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا، اپنی بیرک اوراحاطہ کے قیدیوں سے رخصت ہوکر سرکل کے دروازہ پر پہنچا، تو جیل کے عملہ اور پولیس والوں نے بھی پرتپاک انداز میں مبارک باد اور بدھائی دی۔ چند ماہ پہلے جس احاطے میں یہ حقیر رہا تھا، وہاں ایک بڑے آچاریہ بھی مافیاؤں کی کرم فرمائی سے بے گناہ قید کاٹ رہے تھے، وہ بڑے شریف، بااخلاق اور نظافت پسند ہیں، ملک میں ان کے بڑے آشرم ہیں، لکھنؤ میں مین روڈ پر خاصے مہنگے علاقہ میں ان کے ایک آشرم میں ۲۵۰/ایکڑ زمین ہے، جس کو ہڑپ کرنے کے چکر میں ان کے بتانے کے مطابق ایک زمین مافیا نے ان کو جھوٹے کیس میں پھنسا دیا ہے، انھوں نے اپنے گیٹ سے مجھے دیکھا، تو انچارج پولیس انسپکٹر سے کہا کہ ہم بھی حضرت صاحب سے مل لیں؟ پولیس والے بھی شاید ان کی شرافت و بے گناہی کے قائل تھے، اجازت دے دی۔ بڑے کھلے چہرے کے ساتھ آئے اور پرتپاک انداز میں بدھائی دی، بار بار ’مبارک ہو، دلی بدھائی‘ کہتے ہوئے بولے، ایک ہوتی ہے جن کی رہائی اور ایک ہوتی ہے جگ کی رہائی، جن تو یہاں سے روز رہا ہوتے ہی رہتے ہیں، آپ کی رہائی کو میں مانتا ہوں کہ آج جگ کی رہائی ہو رہی ہے۔ مجھے چاپلوسی آتی نہیں، شاید جیل میں رہنے کی یہ بھی ایک وجہ ہے، اپنے دل کی بات کہہ رہا ہوں، اگر میری خود کی رہائی ہوتی، اس سے زیادہ مجھے آپ کی رہائی کی خوشی ہو رہی ہے، بہت تپاک سے پھر بدھائی دی، اور گلے مل کر والہانہ ایسے رخصت کیا، جیسے کسی خاندانی عزیز کو جیل سے رخصت کر رہے ہوں، یہ تو ایک مذہبی رہنما اور سنت سادھو کا واقعہ ہے۔

۲۰/ماہ سے زیادہ جیل میں قیام کے دوران روزانہ کوئی نہ کوئی نیا تجربہ ہوتا رہا، کہ ساتھ رہنے والے قیدی جن میں اکثر جرائم پیشہ تھے، برادران وطن ہندو بھائی تھے، تو محض اس وجہ سے کہ اس حقیر کا حلیہ بہروپیا نما ملاّ کا تھا، اس حلیہ کی وجہ وہ اپنی دانست میں شریف آدمی سمجھتے تھے، اور ہم لوگ اس خیال اور معلومات کی وجہ سے کہ بڑی تعداد میں لوگ ایسے تھے جو معمولی دفعات میں سالوں سے جیل میں بند تھے اور کوئی ان کا پرسان حال اور مقدمات کی پیروی کرنے والا نہیں تھا، ذرا محبت سے خیر خیریت اور مقدمہ کی تفصیل معلوم کرکے ہمدردی کا اظہار کردیتے تھے، اور بساط بھر اس میں معمولی قانونی رہنمائی یا مدد بعض لوگوں کی ہوگئی تھی۔ وہاں ہر بیرک میں ٹی وی لگا تھا، جو صبح سے رات تک چلتا رہتا تھا، اور اکثر چینل صرف نفرت اور ہندو مسلم منافرت کی خبریں اور ڈبیٹ سے ذہن و دل کو مسموم کرتے رہتے تھے، مگر اس کے باوجود چونکہ فطرت برادران وطن کی محبت بھری ہے، اس لئے اکثر قیدی ساتھی اپنے فرد خاندان کی طرح معاملہ کرتے تھے، یہاں تک کہ پولیس عملہ میں لگے پرانے قیدی سب کے ہمدردانہ اپنائیت کے رویہ کی وجہ سے جیل کی اس مدت میں اس حقیر کو اپنے جرم کا احساس بہت بڑھا، کہ نبی رحمۃ للعالمین کی امت کے افراد، ہم سبھی نے برادران وطن خصوصا ہندو قوم کی محبت بھری فطرت کی قدر نہیں کی، اور اپنی سیاسی ضرورت اور مجبوری اور کرسی حاصل کرنے کی بھوک میں، نفرت کا پروپیگنڈہ کرنے والی میڈیا اور سیاسی بازی گروں کے اثر سے ہم نے ان کو غیر سمجھ کر خود سے دور کردیا ورنہ بقول اقبال:

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

کاش خالق کائنات کی طرف سے خیر امت کا عظیم خطاب پائے ہوئے امت مسلمہ کے افراد ہم نے اس محبت بھری اور جذبہ احسان مندی میں غلو کرنے والی ہندو قوم کی محبت بھری جبلت اور فطرت کو پڑھا اور سمجھا ہوتا، اور ان محبت بھرے لوگوں کا حق ادا کیا ہوتا تو یقیناً گنگا جمنی تہذیب کا یہ ہمارا ملک جنت کا نمونہ ہوتا۔ نفرت اور جھوٹے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور اس کے پرستاروں کے جھانسے میں ہم آگئے، اور ہم نے برادران وطن اور اپنے خونی رشتہ کے بھائیوں کو دور سے دور کردیا۔ بقول شاعر:

قریب آؤ تو شاید سمجھ سکو مجھ کو
یہ فاصلے تو غلط فہمیاں بڑھاتے ہیں

مولانا محمد کلیم صدیقی